# مائے نی میں کنوں آکھاں



نبیلہ عزیز

مکمل ناول

نبیلہ عزیز

# مائے نی میں کینوں آکھاں

"مومو مر جائے گی معظم! میں جانتی ہوں مومو مر جائے گی۔"

"نہیں ہو گا۔" میراں بیگم نے بہن کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی۔

مسز ملکہ آفاق، معظم جاہ کا گریبان پکڑے چیخ رہی تھیں۔ ان کا انداز ہذیانی سا ہو رہا تھا اور معظم جاہ چپ چاپ کھڑا ان کی یہ چیخ و پکار سن رہا تھا۔۔۔ یہاں کون جانتا تھا کہ مومو مرے یا نہ مرے لیکن اندر سے وہ دونوں ہی مر چکے ہیں، مسز ملکہ آفاق بھی اور معظم جاہ بھی۔۔۔!

دکھ دونوں کا ایک ہی تھا بس درد الگ الگ تھے اور الگ الگ درد کی اذیت بھی الگ الگ تھی۔ اتنی کہ وہ چیخے جا رہی تھیں اور وہ چپ کھڑا تھا۔۔۔ اتنا چپ جتنی مومو۔۔۔ اور وہ اتنا چلا رہی تھیں جتنی مہ۔۔۔!

"چپ ہو جاؤ ملکہ! اللہ بہتر کرے گا، مومو کو کچھ نہیں ہو گا۔"

"میں چپ ہو جاؤں میراں! اندر میری مومو مر رہی ہے، موت کے منہ میں ہے وہ، پھولوں سی نازک ہے وہ کہاں تاب لا پائے گی؟" مسز ملکہ آفاق تڑپ تڑپ کر رو رہی تھیں، وہ جان چکی تھیں کہ مومو کو کیا ہوا ہے اور اب کیا ہو گا؟ اور اس ہونے کا درد ہی انہیں رلا رہا تھا۔ چیخنے پہ مجبور کر رہا تھا۔

"اللہ شفا دینے والا ہے، زندگی بخشنے والا ہے، دعا کرو اس کے لیے، ناامید کیوں ہو رہی ہو؟" میراں بیگم بار بار ان کی ہمت اور حوصلہ بڑھا رہی تھیں، تسلیاں دے رہی تھیں۔

"میری دعائیں قبول ہوتیں تو آج وہ اس حال میں ہوتی۔" مسز ملکہ آفاق کو ایک اور دکھ نے رلایا۔

"ہو سکتا ہے آج تمہاری دعاؤں کی قبولیت کا دن ہو؟"

"نہیں آج ہی تو میری دعاؤں کے مسترد ہونے کا دن ہے۔"

وہ روتے روتے فرش پہ بیٹھ گئی تھیں اور معظم جاہ اپنی جگہ پہ پتھر کے مجسمے کی مانند کھڑا تھا۔ وہ ابھی تو مومو کے لیے دعا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اس کے

"ملکہ! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" میراں بیگم کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی باقی سب کا بھی یہی حال تھا۔۔۔

"وہی جو میں اک عمر دل میں چھپا کے بیٹھی ہوں، وہی جو تم اک عمر سینے سے لگا کے بیٹھی ہو۔" مسز ملکہ آفاق کے لفظ لفظ سے زہر ٹپک رہا تھا۔

"ملکہ! تم ہوش میں تو ہو؟ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

مقدم جاہ حیرت سے آگے بڑھے۔ کیونکہ ان کی اس دیوانگی پہ ہسپتال کی راہداری سے گزرنے والے لوگ

ہاتھ بھی اپنے پہلو میں ساکت تھے اور دل و دماغ اپنی اپنی جگہ پہ مفلوج ہو چکے تھے۔۔۔ خواہشیں، امنگیں، زندگی سب سو گئے تھے اب یہ پتہ نہیں تھا کہ ہمیشہ کے لیے سوئے ہیں یا پھر وقتی نیند ہے؟

"اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہوتے۔" میراں بیگم نے ایک بار پھر انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں تمہیں اللہ نے ہمیشہ دیا ہے، بن مانگے دیا ہے، تمہیں بھلا کیوں مایوسی ہو گی؟ مایوسی تو مجھے ہو گی، جس کو کبھی مانگے سے بھی نہیں ملا۔"

مسز ملکہ آفاق روتے روتے یکدم پھٹ پڑی تھیں اور میراں بیگم حیرت اور نا سمجھی سے ہکا بکا رہ گئی تھیں۔

کافی عجیب اور حیران سی نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ملک کی مشہور و معروف ڈریس ڈیزائنر ملکہ آفاق اس وقت بے بسی اور دکھ کے کس موڑ پہ تھیں کوئی جاننے والا دیکھ لیتا تو رو پڑتا۔

"ملکہ۔۔۔!" مقدم جاہ نے دوبارہ انہیں مخاطب کیا۔

"ملکہ مر گئی مقدم بھائی! ملکہ مر گئی، آج ملکہ مر گئی، آج ملکہ کا دل مر گیا، دنیا مر گئی، آج سب کچھ مر گیا۔"

ملکہ آفاق پاگلوں کی طرح ایک ہی تکرار کیے جا رہی تھیں۔ ان سب کا دل مٹھی میں آ گیا۔

"ملکہ! پلیز پاگل مت بنو، مومو کو کچھ نہیں ہوا، وہ

ٹھیک ہے' وہ زندہ ہے۔" نشاط بیگم نے آگے بڑھ کے انہیں سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ وہاں موجود تمام افراد میں سے صرف ایک معظم ہی تھا جس کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا وہ مٹی سے بنا اک وجود تھا لیکن اس وقت پتھر نظر آرہا تھا چپ اور جامد.....!

"ڈاکٹر.....؟" آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تو سب سے پہلی نظر معظم کی ہی پڑی تھی اور سب سے پہلے آگے بڑھنے والا بھی معظم ہی تھا.....!

☼ ☼ ☼

"گڈ مارننگ ماما!" موموتیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی۔

"گڈ مارننگ سویٹ ہارٹ! آج اتنی جلدی کیسے اٹھ گئیں؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ مہر اور معظم کے ساتھ شاپنگ پہ جانا تھا اس لیے معظم نے فون کر کے جگا دیا۔" وہ ان کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے لاڈ سے بولی۔

"اور تمہارا بریک فاسٹ؟"

"معظم کی طرف کروں گی۔" اس نے پروائی سے کہا۔

"اوکے سویٹ ماما' اللہ حافظ۔" وہ ان کا رخسار چومتے ہوئے پیچھے ہٹی اور ہاتھ ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

وہ پیدل چلتی ہوئی اپنے گھر سے نکلی اور اپنے ماموں مقدم جاہ کے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اس کا رخ ڈائننگ روم کی طرف تھا۔

"معظم— معظم!" وہ اسے آوازیں دیتی ہوئی آ رہی تھی لیکن ڈائننگ روم خالی پڑا تھا۔

"موموٰ! بھائی اوپر اپنے کمرے میں ہیں....." اریبہ نے کچن سے آواز دے کر اسے اطلاع پہنچائی تھی۔

"اوپر کیا کر رہا ہے؟" اسے حیرانی ہوئی.....

"سو رہے ہیں۔"

"واٹ؟ لیکن مجھ سے تو کہہ رہا تھا کہ میں ناشتے کی میز پہ ہوں' تم جلدی آجاؤ۔" موموکی بات پہ اریبہ مسکرائی تھی۔

"انہوں نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہوگا' ابھی تو انہوں نے ناشتا کیا ہی نہیں۔"

"پوچھ لیتی ہوں اسے ہی۔" موموتلملاتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ اسے اپنی قیمتی نیند خراب ہونے پر غصہ آرہا تھا۔

"معظم.....!" اس نے دھڑام سے اس کے بیڈ روم کا دروازہ کھول دیا تھا لیکن وہ کمرے میں کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ وہ اندر آگئی تب ہی وہ ڈریسنگ روم سے نمودار ہوتا دکھائی دیا تھا۔

"تم نے مجھے اتنی جلدی کیوں جگایا؟" وہ چیخ کر بولی۔

"شاپنگ پہ جانے کے لیے۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"تو تم خود اتنا لیٹ کیوں تیار ہو رہے ہو؟" اس نے معظم کی تیاری کی سمت اشارہ کیا۔ وہ بالوں میں جیل لگا کر انہیں کوئی اسٹائل دے رہا تھا۔

"شاپنگ پہ جانے کے لیے۔"

"ہیرو سمجھتے ہو اپنے آپ کو؟" موموٰ نے استہزائیہ پوچھا۔

"ہیروئن سامنے کھڑی ہو تو بندہ اپنے آپ کو ہیرو سمجھ ہی لیتا ہے..." اس نے موموکو دیکھتے ہوئے آنکھ دبائی۔

"مہر کہاں ہے؟" موموبات کا رخ بدل گئی۔

"ہیروئن سے تمہیں مہر کیوں یاد آگئی؟" معظم نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیونکہ وہ ہیروئن لگتی ہے' پرانی ہیروئن' گلیمرس سے پاک' نکھری ستھری' سلیقہ مند اور سلجھی ہوئی۔" موموٰ نے اس کی تعریف کی۔

"وہ ہیروئن لگتی ہے اور تم واقعی ہیروئن ہو۔" معظم نے شرارت سے کہا۔

"مجھے بہلاؤ مت' جلدی کرو۔" وہ کہتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"کیا تم بہل جاتی ہو؟"

"ہاں' مجھ پہ تو اثر ہوتا ہے' باقیوں کا پتہ نہیں۔" اس نے شانے اچکائے۔



"تم پہ اثر کیسے ہوتا ہے؟" وہ تیار ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے باتیں بھی کر رہا تھا۔

"بالکل ایسے جیسے ابھی ہوا ہے' تم نے مجھے بہلایا اور میں بہل گئی ہوں....." موموٰ نے اسے قریب کی نوی اور معظم یکدم قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

"اچھا چلو اٹھو ناشتا کرتے ہیں۔" وہ موبائل اٹھا کر اسے اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل آیا تھا۔ موموبھی اس کے پیچھے لپکی تھی۔

"مہر یہاں آئے گی یا اسے پک کرو گے؟" اس نے سیڑھیاں اترتے ہوئے پوچھا۔

"اسے پک کرنا ہے۔" وہ اطمینان سے کہتا سیڑھیاں اتر کر ڈائننگ روم میں آگیا تھا۔ اریبہ ناشتا لگا کر خود بھی بیٹھ گئی تھی۔

"ماہ نہ کہاں ہے؟" معظم نے چھوٹی بہن کا پوچھا۔

"سو رہی ہے ابھی....." اریبہ کے بجائے نشاط بیگم نے جواب دیا تھا۔

"بس سنڈے کو نیند کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا۔" اریبہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اور ہمیں سنڈے کو شاپنگ کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا۔" معظم موموکو دیکھ کر ہنسا تھا۔

"شاپنگ کرنے کا پروگرام تمہارا ہوتا ہے ورنہ مجھے بھی نیند کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا۔" موموٰ نے اسے گھور کے کہا تھا۔ گھومنے پھرنے کے پروگرام معظم ہی بناتا تھا۔

"اوکے تم نہ جایا کرو شاپنگ پہ' میں صرف مہر کو ہی لے جاتا ہوں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"لے جاؤ اور میں آئندہ بھی نہیں جاؤں گی۔" موموٰ نے دھمکی دی۔

"تم نہ بھی جاؤ تو میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔" معظم نے اس کی طرف جھکتے ہوئے آہستگی سے کہا اور موموکے ساتھ ساتھ اریبہ بھی مسکرا دی تھی۔ وہ دونوں اچھی طرح پیٹ پوجا کرنے کے بعد کھڑے ہو گئے تھے۔

"تم جا کر گاڑی میں بیٹھو میں آرہا ہوں۔" اس نے موموسے کہا اور سیڑھیاں چڑھ گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کیری بیگ تھا۔

"یہ کیا ہے؟" موموٰ نے اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

"مہر کے لیے گفٹ.....؟" جب مری گیا تھا تو تم سب کے لیے لے کر آیا تھا' لیکن مہر کا ابھی تک رکھا ہے اسے دیا ہی نہیں۔"

"اتنے دنوں کا اب دے رہے ہو؟"

"ہوں! اتنے دنوں سے نہ وہ میری طرف آئی ہے اور نہ ہی میں اس کی طرف گیا ہوں اسی لیے جوں کا توں رکھا ہے۔" معظم نے گاڑی نکالتے ہوئے کہا تھا۔

"گفٹ کیا ہے؟"

"یہ تو وہ ہی دیکھے گی۔" معظم شرارت سے مسکرایا تھا۔

"کیا چھپا رہے ہو؟"

"سوٹ ہے یار!"

"اب کیوں بتا رہے ہو؟"

"تم سے یہ بھی ہو نہیں سکتا۔"

"تھینکس اتنی عزت افزائی کے لیے۔" وہ سرخم کرتے ہوئے بولی۔

"تم تو اپنی شہزادی ہو یار!" معظم نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا تھا اور جواباً موموبھی مسکرا دی تھی.....

☼ ☼ ☼

مہر کے گھر کے سامنے پہنچ کر اس نے گیٹ پہ ہارن دیا تھا۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ چادر اوڑھ کر اپنا پرس لے کر آگئی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی معظم نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"کیسی ہو؟" اس نے بیک ویو مرر سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک' آپ سنائیں کیسے ہیں؟" مہر نے اک نظر مرر کی سمت دیکھا اور پھر نظر جھکالی تھی۔

"آپ کے سامنے ہیں دیکھ لیں کہ ہم کیسے ہیں؟" اس نے کندھے اچکائے۔

"اچھے بھلے لگ رہے ہیں۔" مہر نے آہستگی سے کہا۔

"لگ نہیں رہا بلکہ اچھا بھلا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"ڈرائیونگ پہ دھیان دیجیے ورنہ ہم میں کوئی بھی اچھا بھلا نہیں رہے گا۔" مومو نے اسے خفگی سے کہا تھا۔

اور پھر باقی کا سفر ان دونوں کی باتوں میں گزرا تھا۔ شاپنگ مال میں داخل ہوتے ہی ان کی مصروفیت شروع ہو گئی تھی۔ مہر نے اپنے لیے ایک سوٹ اور چپل پسند کی تھی البتہ معظم اور مومو نے کافی شاپنگ کی تھی پھر لنچ اور گھومنے پھرنے کے بعد انہیں گھر کا خیال آیا تھا کیونکہ شام گہری ہو چکی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں گھر چلنا چاہیے؟" مہر نے کہا۔

"اتنی جلدی؟" موموں نے بے ساختہ کہا۔

"یہ جلدی ہے؟ ہم دوپہر کے گھر سے نکلے ہوئے ہیں اور اب شام ہو رہی ہے۔" مہر کی سوچ سمجھ دار مشرقی لڑکیوں جیسی سوچ تھی۔ "بابا بھی گھر آچکے ہوں گے۔"

"چلو تمہیں ڈراپ کر دوں۔" معظم ڈرائیونگ سیٹ کی سمت بڑھا تھا اور فرنٹ ڈور کھول دیا۔ مہر نے موموں کی سمت دیکھا۔

"تمہاری باری ہے۔" موموں مسکرا کر کہتی پچھلی سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

"تھینک یو......" مہر آہستگی سے بولی۔

"کس لیے؟" وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

"میری پرابلم سمجھنے کے لیے۔"

"میں نے تمہاری پرابلم نہیں سمجھی بلکہ اپنے لیے آسانی پیدا کی ہے۔" وہ مسکرایا۔ "آج اگر تمہیں ٹائم پہ گھر ڈراپ کروں گا تو آئندہ تمہیں پک کرنے کا موقع دوبارہ بھی ملے گا ورنہ..."

معظم نے بات ادھوری چھوڑ دی اور موموں یکدم اس کی چالاکی پہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"تم چپ رہو۔" معظم نے اسے گردن موڑ کر گھورا۔

"مجھے بعد میں گھورنا پہلے سامنے دھیان دو۔" موموں نے اسے ٹوکا۔

"میرا دھیان تو پتہ نہیں کس کس طرف ہے؟" معظم نے کن انکھیوں سے مہر کو دیکھا تھا وہ چہرہ جھکا گئی تھی۔ معظم کی والہانہ نظریں اسے اکثر نظریں جھکانے پہ مجبور کر دیتی تھیں۔

"اور آپ بھی کمال کے ہیں، میرے گھر سے بھی آگے جا رہے ہیں، بریک لگائیے جناب!" مہر نے اسے ٹوکا تو معظم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"شاید میں تمہیں اپنے گھر لے کر جا رہا تھا۔" معظم کے انداز میں معنی خیزی تھی۔

"ابھی وقت نہیں آیا آپ کے گھر جانے کا۔"

مہر بھی اسی کے سے انداز میں مبہم سا جواب دیتی گاڑی سے اتر گئی تھی لیکن جیسے ہی وہ گیٹ تک پہنچی معظم کو کچھ یاد آگیا۔

"مہر! رکو۔" اس نے آواز دی اور تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا پچھلی سیٹ سے بیگ اٹھایا اور اس کے قریب جا پہنچا۔

"یہ تمہارے لیے۔" اس نے بیگ اس کی طرف بڑھایا۔

"جب مری گیا تھا تو تمہارے لیے لے کر آیا تھا۔"

"تھینکس۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"اب آ بھی جاؤ یا پھر اپنے گفٹ کی کوالٹیز بتانے کھڑے ہو گئے ہو؟" موموں نے ہارن پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا تھا۔

معظم اپنا سر کھجاتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر پلٹ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"مہر......!" میراں بیگم مہر کے بالوں میں تیل ڈال کے اس کے سر کا مساج کر رہی تھیں اور مہر آنکھیں بند کیے بیٹھی ان کے ممتا بھرے لمس سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"تمہارے بابا کا کوئی اسٹوڈنٹ ہے حنان درانی تمہارے لیے اس کا پرپوزل آیا ہے۔" میراں بیگم نے بے دھیانی میں بیٹی کے دل پہ ہاتھ ڈال دیا تھا۔ مہر چونک کر سیدھی ہوئی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"یہ میں نہیں کہہ رہی، تمہارے بابا کہہ رہے ہیں۔"

"لیکن میں ابھی پڑھ رہی ہوں۔" اس نے احتجاج [illegible]

"ابھی وہ صرف انگیج منٹ کریں گے۔" میراں [illegible] اسے تسلی دے رہی تھیں۔

"لیکن میں ابھی اس کے لیے تیار [illegible]

امی، آپ بابا سے بات کریں۔" مہر [illegible]

"میں کیا کہہ کر منع کروں ان کو؟"

"آپ بس پرپوزل کے لیے منع کر دیں بس۔" میراں بیگم کچھ کچھ گم صم سی ہو گئیں۔

وہ جانتی تھیں کہ مہر کس کو پسند کرتی ہے لیکن وہ مہر کی پسند شوہر کو تو نہیں بتا سکتی تھیں اور ابھی اس کی پسند کی طرف سے بھی تو کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی۔ خود اپنے منہ سے کس طرح کہتیں۔ بیٹی کی ماں تھیں۔ اور مہر تیل کی شیشی اٹھا کر اندر چلی آئی لیکن اسے دھڑکا سا لگ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"اب بس بھی کرو بیٹا! کب تک گیم کھیلتی رہو گی؟" مسز ملکہ آفاق کا لاؤنج میں یہ تیسرا چکر تھا اور انہوں نے تینوں بار موموں کو ویڈیو گیم کھیلتے پایا تھا۔

"ابھی میرا اسکور کمپلیٹ نہیں ہوا مام!" وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

"تم آج معظم کی طرف نہیں گئیں؟"

"وہ اپنے دوست کی طرف گیا ہوا ہے، گھر پہ نہیں تھا۔"

"تو تم بھی اپنی کسی دوست کی طرف چلی جاتیں؟" انہوں نے خفگی سے کہا۔

"میری کوئی دوست نہیں ہے مام!"

"تو پھر مہر کیا ہے؟"

"وہ تو کزن ہے ناں، خالہ کی بیٹی، اس سے جو دوستی ہے وہ تو بہنوں جیسی دوستی ہے، اس سے تو روز ملنا ملانا ہوتا ہی رہتا ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"بہنوں جیسی دوستی؟" مسز ملکہ آفاق دہرا کے رہ گئیں ان کا خیال میراں بیگم تک گیا تھا جو ان کی سگی بہن تھی لیکن ان دونوں میں کبھی بھی دوستی نہیں ہوئی تھی ویسی دوستی جس کا ذکر موموں کر رہی تھی۔

"ہیلو موموں!" اچانک لاؤنج میں معظم کی آواز گونجی تھی اور موموں نے چونک اس کی سمت دیکھا [illegible]

"تم آ [illegible]

[illegible]

[illegible] م چھوڑ چھاڑ [illegible] اس کی طرف متوجہ ہو [illegible]

"ملکہ آنٹی تمہارے لیے ٹائم نکال کر گھر پہ رہتی ہیں اور تم الٹے سیدھے کاموں میں الجھ کر خود کو مصروف کر لیتی ہو۔" معظم نے سرزنش کی تھی۔

"تمہاری طرف گئی تو تم گھر پہ نہیں [illegible] واپس آئی تو مام اپنے کسی کلائنٹ سے فون پہ ڈسکشن کر رہی تھیں اس [illegible] میں گیم کھیلنے [illegible]" اس [illegible] بتائی۔

"تو پھر اب [illegible] م کیوں ادھوری [illegible]؟"

"تمہارے لیے۔" وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

"کہاں ہو تم؟" مہر نے اس کے نمبر پہ میسج سینڈ کیا تھا۔

"یونیورسٹی۔" اس کا ریپلائی فوراً آیا تھا۔

"یونیورسٹی کے بعد گھر جاؤ گے؟"

"آف کورس گھر ہی جانا ہے، کیوں خیریت؟" وہ بھی شاید کچھ کھٹک چکا تھا۔

"مجھے بھی جانا ہے مجھے پک کر لینا۔" اس نے پھر میسج سینڈ کیا۔
"آج اتنی کرم نوازی کس لیے؟"
"بس موسو وغیرہ سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔" اس نے اسے ٹالا۔
"میرا بھی کسی سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔" اب کی بار معظم نے لکھ کر بھیجا تھا۔
"کس سے؟" مہر نے بھی بے ساختہ میسج کر دیا۔
"اپنی پھوپھی کی بیٹی سے۔"
"پھوپھی کی بیٹی؟"
"ہاں یار! موسو پھوپھی کی بیٹی ہی تو ہے۔" معظم نے حساب بے باق کر لیا تھا مہر نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی تھی۔
"اب کہاں کھو گئی ہو؟" اس کا ایک اور میسج آیا۔
"کسی خیال میں چلی گئی تھی۔"
"خیال میں جاؤ گی تو خواب ہو جاؤ گی۔"
"پھر اس خواب کو کوئی پورا بھی تو کرے گا؟"
"کوئی کون؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"یہی تو الجھن ہے۔"
"الجھن کیوں؟"
"میسج میں نہیں بتا سکتی۔"
"اوکے میں تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں۔" اس نے میسج پڑھ کے سیل ایک سائیڈ میں رکھ دیا تھا۔
تھوڑی دیر بعد گیٹ پہ معظم کی گاڑی کا مخصوص ہارن سنائی دیا۔
"امی! میں خالہ کی طرف جا رہی ہوں۔" وہ امی کو بتا کر نکل آئی تھی، معظم گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولے انتظار میں کھڑا تھا۔
چند سیکنڈ یونہی خاموشی کی نذر ہو گئے پھر کافی دیر بعد اس نے گردن موڑ کر مہر کی سمت دیکھا تھا۔
"کیسی ہیں آپ؟"
"ٹھیک ہوں۔"
"لگ تو نہیں رہا۔"
"بیماریاں صرف جسم کو ہی نہیں ہوتیں، دل بھی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"
"علاج مشکل ہے تو نہیں۔" وہ ذو معنی انداز میں بولا۔
"ہاں مگر طبیب کوئی اور بننا چاہتا ہے۔" مہر نے دھیرے سے کہا تھا لیکن معظم کا پاؤں یکدم بریک پہ جا پڑا گاڑی کے ٹائر بری طرح چرچرا گئے تھے۔
"کوئی اور؟" اس کے لہجے اور انداز سے پریشانی جھلک رہی تھی۔
"میرے لیے ایک پرپوزل آیا ہوا ہے۔"
"پرپوزل؟ لیکن کیوں؟" معظم کی رنگت ہی بدل گئی تھی۔
"پرپوزل کیوں آتے ہیں؟"
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن مہر! ہم دونوں تو آل ریڈی۔۔۔"
"یہ بات ہمارے ماں باپ تو نہیں جانتے ناں؟" مہر نے اسے حقیقت سے آگاہ کیا۔
"کس کا پرپوزل ہے؟"
"میرے بابا کا اسٹوڈنٹ ہے حسان درانی۔"
"اسٹوڈنٹ؟ اس نے تمہیں کہیں دیکھا ہے کیا؟"
"ہاں ایک بار بابا سے ملنے آیا تھا، گاڑی میں تھا میں سمجھی کہ آپ ہوں گے میں نے گیٹ کھول دیا۔"
"ذیشان انکل کیا کہتے ہیں؟"
"وہ تو کافی خوش ہیں، حسان درانی کی فیملی ان کو پسند ہے۔"
"تو پھر ہمارا کیا ہو گا؟"
"یہی تو سوچنا ہے۔"
"تم کچھ حوصلہ دو تو میں حل سوچوں ناں؟"
"آپ کو چاہیے کہ آپ مجھے حوصلہ دیں نہ کہ میں آپ کو حوصلہ دوں۔۔۔؟" مہر نے خفگی سے کہا تھا۔
"اوکے یار، یہ کون سا مشکل کام ہے لاؤ ادھر اپنا ہاتھ دو میں تمہیں حوصلہ تو دوں۔" اس نے مہر کے ہاتھ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کھینچ لیے تھے۔
"آپ ہوش میں تو ہیں؟"

"ہاں لیکن بڑی مشکل سے۔" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"آئندہ آپ کے ساتھ نہیں آؤں گی۔"

"کیوں کیا اس کام کے لیے حنان درانی کو چن لیا ہے؟" وہ بے ساختہ شرارت سے بولا۔

"معظم.....!" مہر سختی سے بولی تھی۔

"تمہارا غصہ بتاتا ہے کہ تم نے معظم جاہ کو چن لیا ہے؟" وہ سرشار ہو رہا تھا۔

"لیکن معظم جاہ مجھے کب چنے گا یہ ابھی پتہ نہیں ہے۔"

"انشاء اللہ بہت جلد..... میں پاپا سے بات کروں گا۔"

"پھر؟"

"پھر وہ تمہارے بابا سے بات کریں گے....."

"پھر؟" مہر نے پھر پوچھا۔

"پھر مجھے تمہارا ہاتھ پکڑنے کی اجازت مل جائے گی۔"

وہ شرارت سے ہنسا۔

"پھر؟" اب کی بار وہ یکدم فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اور اس کے اس قدر معنی خیز قہقہے پہ مہر ذبلش ہو گئی تھی۔

"کیا میرے جواب کی ضرورت ہے؟"

وہ پوچھ رہا تھا اور وہ رخ موڑ گئی تھی اب تو بولنا بھی دشوار ہو گیا تھا..... وہ باقی کا تمام راستہ انجوائے کرتے ہوئے گھر آیا تھا.....!

☼ ☼ ☼

"ارے مہر!" اریبہ، معظم کے ساتھ مہر کو دیکھ کر چہک اٹھی تھی۔

"مومو کہاں ہے؟"

"پروگرام کی تیاریوں میں مصروف ہے....."

"شکر کرو کچھ پل سکون کے میسر ہیں، ورنہ ہر طرف معظم معظم کی پکار سننے کو ملتی ہے۔" معظم کپڑے چینج کرکے وہیں چلا آیا تھا۔

"وہی تو رونق ہے ہمارے گھر میں؟ سب سے چھوٹی بیٹی ہے ہماری۔" نشاط بیگم معظم کی بات سن چکی تھیں۔

"گھر کی رونق ہر وقت میرے کندھوں پہ سوار رہتی ہے نا، اس لیے کہہ رہا ہوں، شکر کریں کہ چار دن

"معظم.....!" اچانک مومو کی آواز سنائی دی اور معظم کی بات ادھوری رہ گئی۔

"تم کب آئے؟" وہ اسے پکارتے ہوئے آ رہی تھی۔

"تم سے آٹھ سال پہلے....."

"وہ تو میں جانتی ہوں، لیکن میں ابھی کی بات کر رہی ہوں۔" وہ معظم سے سوال کرتے کرتے آگے بڑھی تو اس کی نظر سائیڈ والے صوفے کی سمت اٹھی۔

"مہر.....؟" وہ چہکی تھی۔

"کیسی ہو مومو؟" مہر نے ..... چھوتے ہوئے .....

"میں ٹھیک ہوں، تم کب آئیں؟"

"جب معظم آئے تھے....."

"تم آج میری طرف رکو ناں؟" مومو نے فرمائش کی۔

"آج کیا خاص بات ہے؟"

"بس دل چاہ رہا ہے۔" مومو پیار سے بولی۔

"دل تو پتہ نہیں کیا کیا چاہتا ہے؟" معظم نے مہر کو اچٹتی نظر سے دیکھتے ہوئے لقمہ دیا تھا۔

"تم اضافہ مت کرو، میں نے تو بس اسے آج رات رکنے کا کہا ہے۔"

"میں کون سا ہر رات رکنے کا کہہ رہا ہوں؟" معظم لاپروائی سے بولا مہر سٹپٹا گئی تھی۔

"کہہ کر تو دیکھو وہ کون سا رک جائے گی؟"

"اگر تمہارے کہنے سے رک سکتی ہے تو میرے کہنے سے بھی رک جائے گی، کیوں مہر؟" معظم نے کہتے ہوئے مہر کو مخاطب کر لیا تھا۔

"میں کسی کے کہنے سے بھی نہیں رکوں گی کیونکہ میری امی گھر پہ اکیلی ہوتی ہیں، بابا اور حمزہ اتنے لیٹ گھر



آتے ہیں اس لیے شام تک میری واپسی لازمی ہے۔" مہر نے اطمینان سے کہا تھا۔

"روک لو اب؟" معظم نے اسے چڑایا۔

"تو تم ہی روک لو۔" وہ جواباً اسے چڑا رہی تھی۔

"سو سویٹ مومو!" مہر نے اس کے رخسار کو چھوا اسے مومو سے بہت محبت تھی ایک تو وہ سب سے چھوٹی تھی۔ دوسرے وہ اس کی اکلوتی خالہ کی اکلوتی بیٹی تھی اور تیسرا کہ وہ واقعی اتنی خوب صورت، اتنی پیاری تھی کہ بے ساختہ دل پیار کرنے پہ آمادہ ہوتا تھا۔

"ملکہ آنٹی کہاں ہیں؟" اس نے اپنی خالہ کا پوچھا۔

"ایک میٹنگ تھی ان کی، پھر وہاں سے انہوں نے بوتیک بھی جانا تھا کسی کی شادی کے لیے کچھ ڈریس ڈیزائن کر رہی ہیں اسی لیے زیادہ مصروفیت ہے آج کل۔"

"اف اتنا ..م کرتی ہیں، کلئی تھک جاتی ہو ..گی۔"

"ملکہ پھوپھو کا حوصلہ بہت بلند ہے، میں ان کی شخصیت کو آئیڈیلائز کرتی ہوں۔" اریبہ نے ان کی ہمت و حوصلے کو سراہا تھا۔

"ہوں! یہ تو ہے..... اس بے رحم ..... شہرے میں بڑی جنگ لڑی ہے انہوں نے، یہ ان کی کامیابی ہے کہ لوگ ان کے نام پہ ہی چیز خرید لیتے ہیں۔"

اریبہ کو اپنی پھوپھی ملکہ آفاق بہت اٹریکٹ کرتی تھیں، وہ ان سے بہت متاثر ہوتی تھی، جنہوں نے شوہر کی وفات کے بعد بہت جدوجہد کی تھی۔ اور آج وہ بزنس اور فیشن کے میدان میں ایک کامیاب خاتون تھیں.....!

☼ ☼ ☼

"تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟" مقدم جاہ اپنے سامنے بیٹھے بیٹے کو تذبذب کا شکار دیکھ کر خود ہی پوچھ بیٹھے.....

"پاپا! وہ میں مہر کو....." اس نے بمشکل چار پانچ لفظ جوڑے۔

"پسند کرتا ہوں....." اس نے بڑی دقت سے جملہ مکمل کیا تھا۔

"صرف پسند کرتے ہو؟" انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں پاپا! یہ صرف پسند نہیں ہے۔" وہ محتاط انداز میں بولا۔ "میں اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔" مقدم جاہ نے اس کے اس صاف اظہار پہ سر اٹھا کر ..... دیکھا تھا اور کتنی ہی دیر اسے دیکھتے ہی رہے۔

"ہم جو کچھ سوچتے ہیں وہ کبھی نہیں ہوتا۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ کیا سوچا تھا آپ نے؟" معظم ٹھٹکا۔

"سوچا تھا کہ اس گھر کی بہو مومو بنے گی....." انہوں نے آہستگی سے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ حیران رہ گیا۔

"لیکن پاپا میں نے کبھی بھی مومو کو اس نظر سے نہیں دیکھا۔" معظم نے نفی میں ..... ہلایا!

"تم میرے اکلوتے ..... ہو ..... ہماری .....

لیکن میرا خیال تھا کہ تم ملکہ ..... اس ..... نی ..... نہیں ہے۔ تم اس کے بیٹے بنو..... اسے ..... تھوڑی ڈھارس ہو جائے گی، میراں کا تو ماشاء اللہ اپنا بھی بیٹا ہے اسے کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن ملکہ..... وہ واقعی اکیلی ہے، اسے بیٹے کی ضرورت ..... اور ..... بھی تم سے کافی الیچ .....

"آئی ایم ..... وری ..... ال ..... میں اس حوالے سے دور دور تک ..... میں میں اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ آئی ایم رئیلی سوری۔"

مقدم جاہ چپ ہو گئے، چند ثانیے یونہی خاموشی چھائی رہی پھر معظم بولا۔

"آپ ذیشان انکل سے بات کریں..... ان کے کسی اسٹوڈنٹ کا مہر کے لیے پرپوزل آیا ہوا ہے۔" ..... درانی کا۔"

"کیا ذیشان مان جائے گا؟"

"نہ ماننے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں ..... کو یقین تھا۔

.....؟"

"اور جو تم نے دوسرا کام شروع کر رکھا ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"وہ تو اس ماہ اوکے ہو جائے گا۔"

"وہ بھی ہو جائے گا تو پھر شادی کب کرو گے؟"

"چار سال بعد۔"

"دیکھو بیٹا! چار سال میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے؟ میں کسی کی بیٹی کو چار سال کے لیے باندھ کے نہیں رکھنا چاہتا' جب تم فارغ ہو جاؤ گے' واپس آؤ گے تو پھر سارے معاملات طے کریں گے۔"

"منگنی میں کیا حرج ہے؟" معظم کو اعتراض ہوا۔

"تم اگر مہر سے شادی کرنا چاہتے ہو تو تمہاری شادی مہر سے ہی ہو گی' جب تک تم واپس آؤ گے میں مہر کی کہیں شادی نہیں ہونے دوں گا اور اگر تمہارے وہاں قدم ڈگمگا گئے تو پھر مہر کو بھول جانا۔" مقدم جاہ نے گویا معاملہ طے کیا۔

"یعنی مہر میری امانت رہے گی؟" معظم نے یقین پکا کرنا چاہا۔

"بالکل۔" انہوں نے اسے یقین دلایا۔

"آپ ذیشان انکل سے بات کریں گے؟"

"یہ اب میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں' مہر کا اب کوئی پرپوزل نہیں آئے گا بس تم اب کوشش کرو کہ تم نے اپنا کیریئر بنانا ہے اور کامیابی حاصل کرنی ہے۔"

انہوں نے اسے تسلی دی تھی اور معظم کے چہرے پہ اطمینان بھری مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"تھینک یو پاپا! تھینک یو سو مچ۔" وہ بے ساختہ ان سے لپٹ گیا۔

اور مقدم جاہ بیٹے کی اس قدر خوشی پہ خود بھی مسکرا دیے تھے!

☆ ☆ ☆

"معظم انگلینڈ جا رہا ہے؟" میراں بیگم حیران رہ گئی تھیں۔

"جی آج اس کا ویزا اوکے ہو گیا ہے۔" مہر مسکرا دی۔

رہی تھی۔

"اس نے پہلے تو ذکر نہیں کیا؟"

"بس وہ چاہتا تھا کہ سب کو سرپرائز دے گا۔"

"تمہیں بھی؟" انہوں نے بیٹی کو دیکھا۔ مقدم جاہ' میراں بیگم اور ذیشان احمد سے مہر اور معظم کے رشتے کی بات کر چکے تھے' معظم ان کا دیکھا بھالا گھر کا بیٹا تھا انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا' سو انہوں نے ہامی بھر لی تھی لیکن یہ بات ابھی ان تینوں میں ہی تھی انگیجمنٹ اور شادی کی رسمیں معظم کی واپسی تک ملتوی کر دی تھیں' حالانکہ مقدم جاہ نے اس کے اسٹڈی ویزے کا ذکر کیا تھا ان سے' لیکن اتنی جلدی اس کی تیاری بھی ہو جائے گی میراں بیگم کو اندازہ نہیں تھا۔

"مجھے تو اس نے اسی روز بتا دیا تھا جس روز ویزے کے لیے اپلائی کیا تھا۔" مہر کے لہجے میں محبت کا غرور بول رہا تھا۔

"تم خوش ہو اس کے جانے پہ؟"

"کیوں نہیں؟ یہ اس کی کامیابی کا پہلا قدم ہے اور مجھے خوشی تو ہو گی۔"

"تمہیں ڈر نہیں لگتا مہر؟"

"کس بات سے؟"

"معظم کے بدل جانے سے؟" میراں بیگم نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"وہ آپ کو ایسا لگتا ہے؟" مہر کو ماں کے خدشے پہ حیرت ہوئی تھی۔

"وہ ایسا نہیں ہے بیٹا! لیکن مرد کو بدلتے دیر نہیں لگتی' وہ رنگوں کی دنیا ہے اور رنگ انسان کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔" انہیں چند حیا دیتے ہیں بیٹا!"

"امی! آپ پریشان نہ ہوں معظم پہ بھروسہ رکھیں' وہ کمزور کردار کا نہیں ہے۔" مہر نے اپنی ماں کو تسلی دی۔

اور معظم اپنے گھر میں اپنی ماں کو تسلیاں دے رہا تھا۔

"ممّا پلیز! آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں؟ میں ان شاء اللہ ٹھیک چار سال بعد واپس آجاؤں گا' چار سال

گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔" اس نے ان کے ہاتھ تھام رکھے تھے لیکن نشاط بیگم متذبذب تھیں۔

☆ ☆ ☆

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے میوزک سن رہی تھی جب ملکہ دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی تھیں۔ موموں نے چونک کر ان کی سمت دیکھا تھا۔

"آج کل تم ہر وقت گھر پہ رہنے لگی ہو' خیریت تو ہے نا؟" انہوں نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

"جی سب خیریت ہے۔"

"کچھ خبر بھی ہے؟" انہوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیسی خبر؟" مومو نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"معظم انگلینڈ جا رہا ہے۔"

"واٹ؟" وہ یکدم اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ "معظم انگلینڈ جا رہا ہے؟ مگر کب؟ آپ کو کس نے بتایا؟" مومو کی آواز حیرت اور بے یقینی سے عجیب سی ہو گئی تھی۔

"تمہارا دوست ہے اور تمہیں پتا ہی نہیں؟" ملکہ کو بھی تعجب ہو رہا تھا۔

"میں اتنے دنوں سے اس کی طرف گئی ہی نہیں۔"

"تو کیا وہ بھی اتنے دنوں سے نہیں آیا؟"

"آیا تھا ابھی کل شام کو ہی تو آیا تھا لیکن اس نے تو کچھ بھی نہیں بتایا؟" مومو سوچ کر ہی پاگل ہونے لگی تھی کہ معظم اس سے دور جا رہا ہے۔

"مجھے تو ابھی مقدم بھائی نے بتایا ہے' اس کا ویزا اور ٹکٹ اوکے ہو گئے ہیں' وہ پرسوں جا رہا ہے۔"

ملکہ کی مزید اطلاع پہ مومو کا حلق بند ہونے لگا تھا۔ وہ آنسوؤں کا پھندا حلق میں لیے چپل پہن کر باہر لپکی تھی۔

"میں پوچھتی ہوں اس سے' اس نے چھپایا کیوں؟" کہتی ہوئی وہ سیڑھیاں اتر گئی تھی۔

"مومو!" ملکہ نے پیچھے سے آواز دی تھی' مومو سن کر بھی نہیں رکی تھی لیکن معظم کے گیٹ تک جا کر اس کے تیز قدم سست پڑ گئے' چوکیدار نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا تھا مگر وہ اندر جانے کے بجائے واپس مڑ آئی' اس کے قدم پھر اپنے گھر کی سمت اٹھ رہے تھے۔ وہ جتنی تیزی سے گئی تھی اتنی ہی سستی سے واپس آ گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" ملکہ آفاق سامنے ہی سیڑھیوں پہ کھڑی تھیں۔

"کیا ہوا اگر اس نے نہیں بتایا؟ ہمیں اتنی اجارہ داری جمانے کی کیا ضرورت ہے؟" مومو استہزائیہ بولی تھی۔

"تم اپنا دل کیوں چھوٹا کر رہی ہو؟ سب کی اپنی اپنی لائف ہے۔ کوئی بھی اپنی لائف میں انٹرفیئر کرنا پسند نہیں کرتا۔" انہوں نے اسے سمجھایا۔

"مگر ماما! اتنی بڑی بات؟" مومو کی آواز بھرا گئی تھی۔

ملکہ آفاق نے چونک کر بیٹی کی طرف دیکھا۔ انہیں ایک لمحے کے لیے شک گزرا کہ سامنے مومو نہیں ملکہ کھڑی ہو۔

"وہ جا رہا ہے تو تم اتنی اداس کیوں ہو رہی ہو؟" ان کے لہجے میں پتھروں کی سی سختی اتر آئی تھی۔

"آئی ایم سوری مومو!" اس کے عقب سے معظم کی بجھی بجھی سی آواز سنائی دی تھی۔ دونوں ماں بیٹی چونک گئیں۔ معظم نجانے کب وہاں آ رہا تھا۔

"آئی ایم سوری۔ میرا خیال تھا کہ سب کو سرپرائز دوں گا تو سب کو خوشی ہو گی لیکن سب کی آنکھوں میں آنسو ہیں' میں تو سب کی مسکراہٹ اور خوشی دیکھنا چاہتا تھا۔" معظم افسردگی سے بولا۔

"تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ تم ہمیں چھوڑ کر اتنی دور چلے جاؤ گے؟" مومو بے ساختہ بول پڑی تھی۔

"کچھ عرصہ کی بات ہے بھئی' صرف چار سال لگیں گے۔" معظم نے اسے کندھوں سے تھام لیا تھا۔

"چار سال کا بچھڑنا" "صرف" "نہیں ہوتا معظم!"

"تم کیوں مجھے کمزور کر رہی ہو؟ مہر کو دیکھو اس نے اتنا حوصلہ دیا ہے مجھے 'اتنی ہمت بندھائی ہے۔" اس نے مثال دی۔

"میرا دل مہر کے دل جیسا بڑا نہیں ہے۔"

"اف! تم سب کیوں میری خواہش کو نہیں سمجھ رہے گھر میں امی رو رہی ہیں 'کریہ اور امانہ اداس ہیں 'یہاں تم دریا بہا رہی ہو...... اور.." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اور؟" موموں نے دہرایا۔

"اور میں خود بھی ڈبل مائنڈڈ ہو گیا ہوں۔"

"نہ جاؤ۔" وہ فوراً بولی تھی۔

"مہر تو کہتی ہے 'چلے جاؤ۔"

"مہر؟" مومو کو اچنبھا ہوا۔

"ہاں 'وہ میری کامیابی اور میری خوشی میں خوش ہے ___ اور تم نے رونا دھونا مچا رکھا ہے۔"

"میں موول آفاق ہوں اور وہ مہر ذیشان 'بہت فرق ہے ہمارے جذبات اور احساسات میں 'وہ سہہ سکتی ہے لیکن میں نہیں سہہ سکتی۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لگتا ہے امی اور تم ہی مجھ سے زیادہ پیار کرتی ہو 'رو رو کر حشر کر دیا ہے۔"

"تمہیں اگر ہمارے پیار کا اندازہ ہو جائے تو تم کبھی بھی جدا ہونے کا نہ سوچو۔"

"ملکہ آنٹی ٹھیک کہتی ہیں 'تم واقعی اتنی بڑی ہو کر بھی بچی ہی ہو۔" اس نے مومو کے سر پہ چپت لگائی اور مومو اس کے انداز پہ جھجک گئی تھی۔

"میں بچی نہیں رہی اب بڑی ہو گئی ہوں۔" اس نے اطمینان سے کہا تھا۔

"اچھا مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ تم بڑی ہو گئی ہو؟" معظم نے اسے شرارت سے چھیڑا تھا اور مومو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی تھی ___!

☼ ☼ ☼

مقدم جاہ اور میراں بیگم کی ساری فیملی معظم کو ایئرپورٹ سی آف کرنے گئے تھے یہاں تک کہ ملکہ آفاق بھی۔ لیکن صرف ایک مومو تھی جس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ معظم کو جدا ہوتے دیکھ سکتی۔ اس نے پہلے ہی ایئرپورٹ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ صبح ناشتا معظم کے ساتھ ہی کیا تھا لیکن واپس آکر اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی جب معظم کی روانگی کا وقت ہوا تو وہ اس سے ملنے اس کے گھر بھی آیا تھا لیکن اس نے دروازہ بند کر لیا تھا۔

"میں برداشت نہیں کر سکوں گی معظم! تم چلے جاؤ۔" وہ اندر دروازے سے لگی کھڑی تھی او دروازے کے باہر وہ کھڑا تھا۔

"مومو! وہ کب سے کھڑا ہے اس سے مل لو۔" ملکہ نے اوپر آتے ہوئے کہا۔

"سوری مام! میں ___ مل سکتی۔" اس نے انکار کر دیا اور پھر معظم کو مجبوراً" ملے بغیر ہی خدا حافظ کہنا پڑا۔ مومو اس کے قدموں کی آہٹ دور ہوتی محسوس کر کے رو پڑی تھی ___ وہ چلا گیا تھا!

☼ ☼ ☼

تم میری زندگی ہو یہ سچ ہے
زندگی کا مگر بھروسہ کیا؟

معظم نے انگلینڈ جا کر نیا نمبر لیا تو اس نمبر پہ سب سے پہلے جانے والا میسج مومو کا ہی تھا۔ وہ میسج پڑھ کے مسکرا دیا تھا۔ اس نے شاور لے کر ناشتا کیا اور کچھ دیر کے لیے موبائل لے کر بیٹھ گیا اسے پتا تھا کہ مومو اس کے جواب کا انتظار کر رہی ہو گی اسی لیے میسج ٹائپ کرنے لگا۔

ہم کو خبر تک نہیں ہوتی کہ
ہم کسی کی حیات ہوتے ہیں!

معظم نے شعر کا جواب شعر سے دیا تھا اور پھر ٹیبل پہ رکھی فریم شدہ تصویر اٹھا کر دیکھنے لگا مہر اور مومو کی یہ تصویر اسی نے بنائی تھی اس تصویر میں وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔ ان کے چہرے بہت فریش لگ رہے تھے ___ ہر غم 'ہر دکھ سے آزاد چہرے ___ ان کی تصویر دیکھتے ہوئے معظم کے لبوں پہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی ___



اور بیٹھے بیٹھے اس کا مہر سے بات کرنے کو دل چاہنے لگا اس نے موبائل اٹھا کر مہر کا نمبر ڈائل کر لیا۔ کال حمزہ نے ریسیو کی تھی۔

"السلام علیکم معظم بھائی! کیسے ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسے ہو؟ کیا ہو رہا ہے؟" معظم کی نظریں مہر کی تصویر پہ تھیں۔

"وہی کچھ ہو رہا ہے جو آج سے ایک ہفتہ پہلے ہو رہا تھا۔ آپ کو گئے ہوئے ایک ہفتہ ہوا ہے اور پاکستان میں ایک ہفتہ کوئی انقلاب نہیں لا سکتا۔" اس کی بات پہ معظم ہنس پڑا تھا۔

"ستائے ہوئے لب رہے ہو۔"

"ہر پاکستانی ہی ستایا ہوا ہے یہاں سکون میں بھلا کون ہے؟"

"تمہاری باوں سے ___ ہے کہ ___ بھی انقلاب لانا چاہتے ہو۔"

"توبہ توبہ معظم بھائی! ہماری آنے والی سات نسلیں بھی انقلاب نہیں لا سکتیں ' ___ اس نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ کیوں؟" معظم کو تعجب ہوا تھا۔

"کیونکہ ہم لوگوں میں بدنیتی اور بے ایمانی سما گئی ہے 'خود غرضی عروج پہ ہے کوئی کسی دوسرے کا بھلا ہوتے نہیں دیکھ سکتا 'حکومت عوام کو نگل رہی ہے اور عوام مرغ بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر جان دے رہی ہے۔ انہوں نے اپنے لیے خود اذیت کا طریقہ ڈھونڈ رکھا ہے۔"

حمزہ بولنے پہ آیا تو بولتا چلا گیا تھا اور معظم ___ سنتا رہ گیا ___

"حمزہ یہ تم ہی ہو ناں؟"

"جی میں ہی ہوں۔"

"اتنے تلخ کیوں ہو رہے ہو؟"

"ابھی ابھی نیوز چینل پہ ایک نیوز سنی ہے۔" حمزہ نے اپنی تلخی کی وجہ بتائی۔

"کیسی نیوز؟"

"ایک بہن نے اپنی بہن کو زہر دے کر مار دیا ' تفصیلات جاننے کے بعد پتہ چلا کہ وہ دونوں ایک ہی لڑکے پہ فدا تھیں لیکن اس لڑکے کے ساتھ شادی تو صرف ایک بہن کی ہی ہو سکتی تھی نا؟ اب وہ لڑکی پولیس کی حراست میں ہے۔ اس نے اقبال جرم بھی کر لیا ہے اور اس وقت وہ اپنی بہن کی موت پہ اشک بار بنی ہے 'اسے اب احساس ہو رہا ہے کہ اس نے جنون اور جذبات میں آکر اپنی بہن کی جان لے لی ہے 'وہ سزا کی طلب گار ہے۔" حمزہ نے اسے پوری تفصیل بتا ڈالی۔

"اف یار! صبح صبح کیا خبر سنا ڈالی ___" اسے افسوس بھی ہوا اور اس لڑکی پہ غصہ بھی آیا تھا۔

پھر کچھ دیر اور باتیں کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا تھا۔ مہر سے بات کرنے کا ارادہ اس نے رات پہ ملتوی کر دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

دو سال۔ یعنی سات سو تیس دن!

لیکن موول آفاق سات سو تیس دن 'چودہ سو ساٹھ دن لگتے۔ دن اتنے لمبے 'مہینے اتنے طویل اور سال اتنی صدیوں کا روپ دھار لیں گے یہ کب تھا اس نے؟ اس نے تو سوچا تھا کہ محبت کو کتنا ___ ہی جائے گا۔ معظم کون سا غیر تھا ___ کر لی ___ وہ پہلے بھی اس کا ___ تھا۔ شکر تھا کہ ___ نہیں کہا تھا ___ ای ___ ی اس نے دو سال لڑ لیے تھے۔

دو سال تو مہر اور معظم نے بھی گزارے تھے۔ اپنے مستقبل کے خواب دیکھتے ہوئے خوشگوار اور خوش آئند خیالوں کے ہمراہ ___! معظم نے اگر ثابت قدم رہ کر وقت گزارا تھا تو صرف مہر کی محبت کے سہارے ___ اپنی اپنی جگہ انتظار تینوں کو ہی تھا چار سال کے گزرنے کا۔

"آج دو سال ہو گئے ہیں معظم کو انگلینڈ گئے

ہوئے۔" موموں نے کیلنڈر پہ سرخ مارکر سے پندرہ کے ہندسے پہ سرکل بنا کر نشان لگا دیا تھا۔

"یاد تھا تمہیں؟" مہر نے گردن موڑ کر دیوار کے پاس کھڑی کیلنڈر کو دیکھتی موموں سے پوچھا۔

"کیوں؟ کیا تم بھول گئی ہو؟" موموں نے مہر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ مہر نظر چرا گئی تھی۔

"یہ کوئی بھولنے کی بات ہے؟" مہر کا لہجہ دھیما تھا۔

"کیا ہو رہا ہے سویٹی؟" ملکہ آفاق اچانک ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھیں۔

"آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔" موموان کے قریب آ گئی۔

"کوئی خاص بات؟"

"میں نے اور مہر نے شاپنگ پہ جانا تھا، میں نے سوچا آپ آ جائیں تو پھر جائیں گے۔"

"مہر؟" مسز ملکہ آفاق نے چونک کر دیکھا۔

"السلام علیکم آنٹی!" مہر صوفے سے اٹھ کر سامنے آ گئی۔

"امی آپ کو سلام کہہ رہی تھیں۔" مہر نے میراں بیگم کا سلام ملکہ آفاق تک پہنچایا۔

"وعلیکم السلام، بیٹھو تم لوگ باتیں کرو۔" انہوں نے سلام کا جواب دے کر انہیں بیٹھنے کو کہا۔

مہر نے شروع سے یہ محسوس کیا تھا کہ میراں بیگم ملکہ آفاق سے بہت محبت کرتی ہیں لیکن ملکہ آفاق ہمیشہ ان کے ساتھ سرسری سا پیش آتی ہیں۔ ان دونوں بہنوں میں کبھی بہنوں سی بات نظر نہیں آئی تھی۔ باقی ہر معاملے اور ہر رشتے کے حوالے سے وہ بہت کیئرنگ اور لونگ تھیں لیکن میراں بیگم کے معاملے میں وہ خاصی لاتعلقی اور لاپروائی کا مظاہرہ کرتی تھیں۔

"بیٹھنے کا وقت نہیں ہے، ہم اب چلتے ہیں۔" موموں نے نفی میں سر ہلایا۔

"او کے جاؤ، لیکن دھیان سے، ڈرائیونگ احتیاط سے کیا کرو۔" وہ اپنا بیگ کندھے سے اتار کر صوفے پہ رکھتے ہوئے بولیں۔ مہر ان کو جب بھی دیکھتی تھی متاثر کن نظروں سے دیکھتی تھی۔ ان کی شخصیت ہی اتنی باوقار اور چارمنگ تھی کہ سامنے والا حقیقتاً متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

وہ دونوں باہر نکل آئی تھیں، پندرہ دن ہوئے تھے جب موموں کو ڈرائیونگ کی اجازت ملی تھی۔۔۔ اور وہ اس چیز کو کھل کر انجوائے کر رہی تھی۔ آج اسی نے مہر کو شاپنگ پہ چلنے کی آفر کی تھی اور مہر اسے ٹال نہ سکی۔

"معظم کا فون آیا تمہاری طرف؟" موموں نے گلاسز بالوں میں اٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً روز آتا ہے۔" مہر نے سرسری سا کہا۔

"واپسی کے لیے کیا کہتا ہے؟" وہ گاڑی مین روڈ پہ ڈال چکی تھی۔

"وہی دو سال بعد۔"

"مجھے یاد کرتا ہے؟"

"تمہیں بھولا ہی کب ہے؟" مہر ہنسی تھی۔

"میری آواز تو بھول ہی گیا ہوگا؟" موموں نے دو سال ہوئے تھے معظم کو فون نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس کا فون سنا تھا، بس میسجز پہ بات کر لیتی تھی یا پھر نیٹ پہ کبھی کبھی وہ فارغ ہوتا تو چیٹ ہو جاتی تھی۔

"تمہارے میسجز کو بہت انجوائے کرتا ہے، خصوصاً پوئٹری کو۔" مہر نے آگاہ کیا۔

"میری پوئٹری کا جواب وہ پوئٹری سے ہی دیتا ہے۔"

"بتاتا ہے مجھے۔۔۔" مہر نے سر ہلایا۔

"چھپاتا کیوں نہیں؟" موموں سوچ کر رہ گئی۔۔۔

"اور کیا کہتا ہے؟" اس نے بات جاری رکھی۔

"کہتا ہے ان دو سالوں میں موموں کتنی بڑی ہو گئی ہو گی؟" مہر دلچسپی سے بتا رہی تھی۔

"اسے کہو موموں اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ تم پورے کے پورے اس کے دل میں سما سکتے ہو۔" وہ سوچ کر خود ہی مسکرائی تھی۔

"تم نے کیا کہا پھر؟"

"میں نے کہا کہ موموں جیسی حسینہ تو ہمارے پورے

شہر میں نہیں ہے۔" مہر دلچسپی سے بتارہی تھی۔
"پھر اس نے کیا کہا؟"
"وہ کہتا ہے موموکو دیکھنے کے لیے دل مچل گیا ہے۔" مہر نے حرف بہ حرف بتایا اور موموکا دل دھڑک گیا تھا۔ محبت کے رخساروں پہ سکون کی پھوار برس گئی تھی۔ محبوب نے اسے دیکھنے کی طلب کی تھی۔ وہ موتی سے ہیرا بن بیٹھی.....!

"موموبریک لگاؤ۔" اس نے اسے متوجہ کیا تو وہ چونک کر ہوش میں آئی تھی۔ وہ شاپنگ مال سے آگے نکل آئی تھی.... اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے یوٹرن لیا وہ دونوں گاڑی سے اتر رہی تھیں جب کسی مردانہ آواز پہ ٹھٹک گئیں۔
"السلام علیکم!" کافی خوب صورت اور ہینڈسم نوجوان اپنی گاڑی کے پاس سے ہٹ کے ان کے قریب آیا تھا۔
"وعلیکم السلام' آپ کی تعریف؟" موموگاڑی لاک کرکے سیدھی ہوئی تھی لیکن اس کی نظر حیران سے انداز میں دیکھنے والی مہر پہ تھیں۔
"میری تعریف مس مہرذیشان کو پتا ہوگی....؟" اس نے مہر کی طرف اشارہ کیا۔
"مہرذیشان؟" موموں نے حیرت سے مہر کی طرف دیکھا۔ مہر اسے پہچان چکی تھی۔
"یہ.... یہ بابا کے اسٹوڈنٹ رہ چکے ہیں حسان درانی۔" مہر نے بمشکل تعارف کروایا۔
"اوہ اچھا!" موموں نے اثبات میں سرہلایا۔
"آپ عالیہ" ڈریس ڈیزائنر مسز ملکہ آفاق کی بیٹی ہیں۔ ان کے بوتیک کی وال پہ آپ کی پکچر دیکھی تھی....؟"
"جی!" موموں نے اثبات میں جواب دیا۔
"موموہمیں چلنا چاہیے...." مہر کو یوں سرراہ کھڑے ہونا معیوب لگ رہا تھا۔
"میری بات سنے بغیر؟" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔
"کیسی بات؟" اسے حسان درانی کی موجودگی سے الجھن ہوئی۔
"میرا پرپوزل آج بھی وہی ہے۔" اس نے مہر کو سرتاپا نرم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"آپ کے اس سوال کا جواب میرے بابا کے پاس ہوگا۔"
"لیکن میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔"
"آپ کا انتظار فضول ہے۔" وہ سختی سے بولی۔
"یہ تو وقت بتائے گا۔"
"مسٹر حسان درانی ہمارا راستہ چھوڑیے...." "دل نہیں چاہتا۔"
"آپ اپنی حد سے بڑھ رہے ہیں۔"
"شکر کریں کہ میں ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ وہ وطن آیا ہوں' ارادہ یہی تھا کہ آپ کے گھر جاؤں' آپ سے یہیں ملاقات ہوگئی۔" نے جس انداز سے کہا' دونوں اندر سے سہم گئی تھیں۔
"ڈونٹ وری' آپ پریشان نہ ہوں میں تھرڈ کلاس عاشق نہیں ہوں' میرا معیار بہت اعلا ہے' آپ اپنے آپ کو یاد رکھیے' میں کیسی چیز پسند کرتا ہوں' خیر آپ میرے استاد کی بیٹی ہیں آپ کی عزت سر آنکھوں پہ' جائیے شاپنگ کیجیے' لیکن مجھے بھولیے گا مت۔"
اس نے راستے سے ہٹتے ہوئے انہیں جانے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتی اندر چلی گئیں مگر وہ دونوں اس حد تک پریشان ہوچکی تھیں کہ ان کا شاپنگ سے دھیان ہٹ چکا تھا' سو بہت جلد وہ واپس آگئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

بارہ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے اور وہ اپنا موبائل سامنے رکھے بیٹھی تھی۔ چار سالوں میں پہلی مرتبہ اس کا معظم سے بات کرنے کو دل چاہا تھا۔ آج بارہ بجے کے بعد ان دونوں کا برتھ ڈے تھا اور موموکا ارادہ تھا کہ پہلے وہ معظم کو وش کرے گی لیکن پانچ منٹ تھے کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آرہے تھے گھڑی کی ٹک ٹک اس نے انگلیوں پہ گننا شروع کردی اور جیسے ہی گیارہ بج کے انسٹھ منٹ ہوئے اس نے فوراً" اپنا موبائل اٹھالیا تھا۔ اپنے دل کی بھاگتی دوڑتی دھڑکنوں کو ایک ہی جگہ ٹھہرایا اور نمبر ڈائل کیا۔
کال مل گئی تھی لیکن رنگ نہیں گئی تھی۔ دوسری طرف سے نمبر کی بزی ٹیون مل رہی تھی.... اس نے ایک منٹ کے وقفے سے پھر ٹرائی کیا لیکن وہی بزی ٹیون' دوسری' تیسری' چوتھی اور پانچویں بار بھی نمبر بزی ہی ملا۔ موموجھنجلا گئی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' ہیپی برتھ ڈے مائی ڈیئر ڈارلنگ!" ملکہ آفاق کرسٹل کی چھوٹی سی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھیں۔ ٹرالی کے اوپر چھوٹا سا کیک سجا ہوا تھا۔ اور کیک پہ کینڈل روشن تھی.... اپنی ماں کی اتنی محبت پہ اس کی آنکھوں میں مزید آنسو آگئے تھے' وہ ننگے پیر بیڈ سے اتر کر بھاگ کے ان سے لپٹ گئی تھی۔
"تھینک یو مام.... تھینک یو سوچ۔" وہ ان سے لپٹی رو رہی تھی۔
"آئی لو یو میری جان' آئی لو یو سو مچ۔" وہ اس کا سر تھپکتے ہوئے اس کی کمر سہلانے لگی تھیں۔
"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو.....!" اچانک کھلے دروازے سے اریبہ اور امامہ زور زور سے گنگناتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھیں۔ موموان کی محبت پہ مسکرادی.... رات کے اس پہر وہ اپنے گھر سے اس کے گھر صرف وش کرنے آئی تھیں۔
"تھینکس...."
"چلو اب جلدی سے کیک کاٹو' میں بس کیک کھانے کے لیے جاگ رہی ہوں...." اریبہ شرارت سے بولی۔
"تمہارے بھائی نے تمہیں کیک نہیں کھلایا؟" موموبے ساختہ کہہ گئی۔
"ارے ان کو تو ابھی وش ہی نہیں کیا' انہیں وش کرنے کے لیے کال ملائی تو ان کا نمبر پہلے سے بزی تھا' ٹھہرو میں ایک بار پھر ٹرائی کرتی ہوں۔" اریبہ نے اپنے نمبر سے پھر اس کا نمبر ڈائل کیا لیکن وہی بزی ٹیون۔
موموں نے جلتے' سلگتے دل کے ساتھ سر جھٹک دیا تھا۔
"چلو' میں تمہیں کیک کھلاتی ہوں۔" اس نے چھری تھام لی تھی۔ آج وہ بیس سال کی ہوچکی تھی مسز ملکہ آفاق کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہ اتنی سی دیر میں کئی بار اس کی نظر اتار چکی تھیں۔ اس کا صدقہ بھی دیا تھا.... تھوڑی دیر میں اس نے کیک کاٹا اور پھر ان تینوں میں سرو کیا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ تینوں چلی گئیں اور موموا پنے بیڈروم میں اکیلی رہ گئی۔
ٹھیک ایک گھنٹے بعد مہر کا فون آیا تھا۔ اس نے اسے وش کرنے کے لیے فون کیا تھا۔ مہر بولتی رہی اور وہ سنتی رہی.... دس منٹ بعد اس کا فون بند ہوا تو معظم کے میسجز آنا شروع ہوگئے۔ وہ بھی اسے وش کررہا تھا۔
"میں نے تمہیں کال کی تھی تمہارا نمبر بزی تھا۔" موموں نے بے دلی سے لکھا۔
"مہر کی ل آ ... ش کرنے کے"
موموکو حسب توقع ریپلائی موصول ہوا۔
"میں نے بھی وش کرنے کے لیے کی تھی۔"
"تو یار اب کرلو' بہت دل چاہ رہا ہے تمہاری آواز سننے کو۔"
"مگر اب میرا دل نہیں چاہ رہا۔"
"میں کال کرلیتا ہوں۔"
"میں تمہاری کال پک کر... کی ... نہیں ... وں۔"
"ایسی باتیں کیوں کررہی ہو؟" معظم کی حیرانی اس میسج سے ظاہر ہورہی تھی۔
"تم کوئی اور بات کرو...." موموں نے بات بدلنی چاہی۔
"آئی مس یو۔" معظم نے آئی مس یو کا پکچر میسج سینڈ کیا تھا۔
"تھینکس...." اس نے فارمل سا لکھ دیا۔
"تھینکس کس لیے؟"
"مجھے مس کرنے کے لیے۔"

"تم بدل گئی ہو موموا!"

"میں جانتی ہوں اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم بھی بدل گئے ہو۔"

"ہاں یار! وقت بھی تو بدل گیا ہے چار سال واقعی "صرف" نہیں ہوتے۔" معظم نے آج مومو کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

"کب آرہے ہو؟"

"بس چند دنوں تک۔"

"ٹھیک ہے پھر چند دنوں تک بات ہوگی۔ اللہ حافظ۔"

پھر مومو تکیے پہ سر رکھ کے لیٹ گئی تھی لیکن موبائل ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ چند سیکنڈ دیکھتی رہی پھر ٹائپ کرنے لگی۔

میری وحشتوں کو بڑھا دیا ہے جدائیوں کے عذاب نے
میرے دل پہ ہاتھ رکھو زرا میری دھڑکنوں کو قرار دو

سینڈ آپشن میں جا کر اس نے معظم کے نمبر پہ میسج سینڈ کر دیا تھا اور خود آنکھیں موندلی تھیں۔۔۔!

☼ ☼ ☼

چار سال اور پچیس دن۔۔۔!

یعنی چودہ سو پچاسی دن بعد معظم جاہ اپنی کامیابی کی ڈگری لے کر پاکستان پہنچا تھا اور آج بھی اسے ایئرپورٹ سے ریسیو کرنے سب ہی گئے تھے سوائے مومو کے۔۔۔ بقول اس کے وہ خود پہ اختیار نہیں رکھ سکتی تھی۔ معظم کی واپسی کی اسے اتنی خوشی تھی کہ خوشی کے مارے اپنا دل بند ہونے کا خدشہ تھا۔۔۔ وہ سب کو بھیج کر اپنے گھر آگئی شاور لیا اور تیار ہو کر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔۔۔ وہ معظم کو ذہن میں رکھ کے تیار ہوئی تھی۔ اسی لیے آئینہ دیکھا تو حیا سے سمٹ گئی۔ سارے رنگ لڑکیوں والے تھے انداز و اطوار سے شرم و حیا تک۔۔۔

"چھوٹی بی بی! معظم صاحب آگئے ہیں۔۔۔" ملازمہ کی آواز پہ اس کے ہاتھ سے پرفیوم کی شیشی چھوٹ گئی تھی جو ڈریسنگ ٹیبل سے ٹکرا کر نیچے قالین پہ جا گری لیکن ٹوٹنے سے بچ گئی تھی۔ مومو لپک کے دروازے کی سمت آئی۔

"مومو!" عین اسی وقت وہ بھی اندر داخل ہوا تھا دونوں کا تصادم بری طرح ہوا تھا۔

"معظم؟" مومو لڑکھڑا کر سنبھل گئی اور معظم سنبھالتے ہوئے بھی لڑکھڑا گیا۔

"مومو تم؟" وہ سراپا اسے بے یقین نظروں سے دیکھ رہا تھا اور مومو اس کی نظر کے لمس سے ہی سمٹ سمٹ گئی تھی۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں؟" معظم نے اس کا بازو ہلایا۔

"کوئی شک ہے تمہیں؟" مومو نے نظر اٹھا کر اس کو دیکھا مگر اس کے چہرے پہ اس کی نظر ٹھہر سی گئی تھی۔ وہ کتنا خوب صورت کتنا فریش اور صحت مند ہو گیا تھا۔ لمحہ مومو جی بھر کے دیکھ نہ پائی۔

"شک نہیں لیکن شاک لگا ہے کیا مومو ایسی بھی ہو سکتی ہے؟" وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ خوش اور حیران ہو رہے تھے۔

"اور تم اور گڈ لکنگ ہو گئے ہو۔" وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"جانتا ہوں۔" وہ ہنس دیا۔

"میرے ساتھ گھر چلو سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے باہر چل دیا۔

"اوکے چلتی ہوں لیکن میرا ہاتھ تو چھوڑو۔" اس نے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا۔

"اب گھر چل کے ہی چھوڑوں گا تم بڑے عرصے سے ستا رہی ہو مجھے ہر بات کا حساب دینا ہو گا تمہیں۔" معظم اس کی ایک بھی سنے بغیر اسے ساتھ لیے اپنے گھر آگیا تھا۔ مومو کی وجہ سے وہ اپنے گھر جانے کے بجائے سیدھا اس کے گھر آیا تھا اور جیسے ہی اسے لے کر واپس آیا وہ سبھی ہنس دیے تھے۔

"مجرم پکڑ لیا تم نے؟"

"جی بڑی مشکل سے پکڑ کے لایا ہوں۔" معظم اسے ساتھ لیے صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"ملکہ ابھی نہیں آئی؟" مقدم جاہ نے مومو سے پوچھا۔

"تھوڑی دیر تک آجائیں گی۔" اس نے ٹائم دیکھ کر کہا۔

"معظم آگیا؟" تب ہی راہداری سے ملکہ آفاق کی آواز سنائی دی تھی۔

"ملکہ آنٹی؟" معظم نے آگے بڑھ کے ان سے ملا تھا۔ ملکہ آفاق نے اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا اور کندھا تھپکا تھا۔ پہلی بار وہ کسی سے اس طرح ملی تھیں ورنہ ان کا ملنا ملانا بھی صرف سلام دعا تک یا ہیلو ہائے تک ہوتا تھا۔۔۔

"کیسے ہو مائی سن؟" انہوں نے بھی معظم کو توصیفی نظروں سے دیکھا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے" آپ کیسی ہیں؟" وہ ان کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے بولا۔

"مجھ پہ بھی اللہ کا کرم ہے۔" کہتے ہوئے ان کی سامنے صوفے پہ بیٹھی میراں بیگم کی سمت اٹھی تھی جن کے برابر ہی ذرا سے فاصلے پہ ذیشان احمد بیٹھے ہوئے تھے۔ صوفے کے ایک کونے پہ وہ تھے اور ایک کونے پہ میراں بیگم!

"آیئے بیٹھیے ناں۔" معظم نے انہیں اپنے ساتھ بیٹھنے کا کہا۔

"تھینک یو۔" وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ مومو بھی وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔

"سفر کیسا گزرا؟ تمہاری اسٹڈی کیسی رہی؟"

"ایک دم فنٹاسٹک۔۔۔"

"اپنے منہ میاں مٹھو؟" حمزہ نے چھیڑا۔

"تم میرا ریکارڈ دیکھ سکتے ہو۔"

"اس ملک میں آگئے ہو تو ریکارڈ دکھانے کی کوشش مت کرنا بلکہ سفارش اور رشوت دکھانے کا بندوبست کرو۔" حمزہ کی وہی جلی کٹی باتیں تھیں۔

"بیٹا! تم دم تو لینے دیا کرو۔" میراں بیگم نے بیٹے کو سرزنش کی تھی اور ذیشان احمد اور مقدم جاہ ہنس پڑے تھے۔

"یہی تو میرا فخر ہے میراں! آج کل دنیا جس احساس سے بے بہرہ ہو گئی ہے حمزہ وہی احساس دل میں لیے پھر رہا ہے۔" ذیشان احمد نے محبت پاش لہجے میں کہتے ہوئے بیٹے کی سمت دیکھا۔ میراں بیگم مسکرا دیں۔ اور ملکہ آفاق رخ موڑ گئی تھیں۔

"ملکہ آنٹی چائے؟" مہر نے کپ ان کی طرف بڑھایا۔

"نو تھینکس۔" انہوں نے انکار کر دیا تھا۔

"کیوں آنٹی؟ اتنے مزے کی چائے ہے۔" معظم نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی لنچ کر کے سیدھی یہیں آئی ہوں۔ چائے کا موڈ نہیں ہے۔" انہوں نے نفی میں گردن ہلائی اور مہر نے مزید اصرار نہ کیا۔ مسز ملکہ آفاق تقریباً دس منٹ وہاں بیٹھی اور پھر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"کہاں جا رہی ہو ملکہ! اتنی جلدی؟" مقدم جاہ فوراً ذیشان احمد سے گفتگو کا سلسلہ ترک کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"مجھے آج فارم ہاؤس جانا تھا لیکن معظم کی وجہ سے تھوڑا لیٹ ہو گئی سوچا پہلے اپنے بیٹے سے مل لوں۔" وہ مسکراتے ہوئے معظم کے بال بکھرا کر بولیں۔

"لیکن ملکہ! کچھ دیر بیٹھو تو سہی اتنے دنوں بعد ملے ہیں" کاموں کا کیا ہے کبھی ختم ہی نہیں ہوتے۔۔۔؟" میراں بیگم نے بھی انہیں رکنے کا کہا۔

"لیکن میرے لیے میرے کام اہم ہیں۔ کام نہیں کروں گی تو مسز ملکہ آفاق روڈ پہ آجائے گی" آج کل کے دور میں کوئی کسی کا سا۔۔۔ نہیں دیتا نہ ماں باپ نہ بہن بھائی نہ اولاد بس اگر کوئی چیز ساتھ دیتی ہے تو وہ انسان کی اپنی۔۔۔ ساتھ دیتی ہے محنت بھوکا نہیں مر۔۔۔ دیتی اور نہ ہی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے دیتی "محنت کرو نام کماؤ اور عیش کرو اور میں بھی یہی کچھ کر رہی ہوں۔"

انہوں نے بڑی تفصیل سے جواب دیا تھا اور پھر جاتے جاتے ایک بار پھر رک گئیں۔

"اور ہاں میں بیوہ ہوں اور میرا بیٹا بھی نہیں ہے"

میں نے اپنے لیے جو کچھ کرنا ہے' خود کرنا ہے۔"

وہ کہہ کر چلی گئیں اور ان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی محرومی وہیں رہ گئی۔ وہ سب اک لحہ بھر کے لیے چپ ہو گئے تھے..... بھری جوانی میں بیوی اور بیٹی کا ساتھ..... وقت اور حالات نے انہیں وہ نوک ٹیا دیا سا اور تلخ بنا دیا تھا۔ ان کی زندگی کا حاصل ان کی بیٹی تھی اور زندگی کا مقصد بیٹی کی خوشیوں کا حصول.....

✡ ✡ ✡

معظم کو پاکستان آئے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا تھا اور موموں نے محسوس کیا تھا کہ معظم کافی حد تک بدل گیا ہے۔ اس کی وہ شوخی اور شرارتیں کافی کم ہو گئی تھیں..... وہ چھیڑ چھاڑ' وہ ہنسی مذاق' وہ لڑائی جھگڑا سب چار سال پیچھے رہ گیا تھا..... وہ اپنے کام میں مصروف رہنے لگا تھا اور موموں اتنے سالوں سے دل میں دبی باتیں دل میں دبا کے رہ گئی۔

وہ تو سوچتی تھی کہ معظم آئے گا تو وہ اپنے دل میں بھرا جدائی کا غبار دل کھول کے نکالے گی' کچھ اس کی سنے گی' کچھ اپنی سنائے گی' اظہار کرے گی' اقرار کرے گی۔ لیکن.....! لیکن یہاں تو کچھ بھی اس کی سوچوں کے مطابق نہیں تھا' یہاں تو کچھ اور ہی ہو رہا تھا اور وہ اس "کچھ اور" سے بے کل اور بے چین پھر رہی تھی۔

وہ پورا دن اپنے گھر میں بولائی بولائی پھرتی چاہتوں کے پھول سینے سے لگائے تھے تو احساس ہوا تھا کہ بے رخی کی آگ تلوے بھی جلاتی ہے' پاؤں زمین پہ نہیں انگاروں پہ پڑتا ہے اور جلن روح تک ہوتی ہے۔ محبت کی طلب میں جذبات سلگتے ہیں' دل سے گیلی لکڑی کی مانند دھواں نکلتا ہے اور انسان کی پوری ہستی راکھ کا ڈھیر بننے لگتی ہے۔

نجانے کیا بات تھی کہ بہت دنوں سے موموں کا دل خدشوں کی زد میں تھا' ہر لحہ عجیب سا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اسے لگتا جیسے کچھ ہونے والا ہے اور یہی وہم اسے انتہائی ڈسٹرب کر رہا تھا' وہ بے چین ہو کر گھر سے نکل آئی۔

"موموں!" اریبہ نے اپنے ٹیرس سے اسے آواز دی تھی' اس نے چونک کر ان کے ٹیرس کی سمت دیکھا۔

"یار ادھر آجاؤ ہماری طرف' موسم بہت اچھا ہو رہا ہے' میں نے پکوڑے بنائے ہیں چائے کے ساتھ۔"

اریبہ بلند آواز میں بتا رہی تھی۔ موموں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ موسم واقعی اچھا ہو رہا تھا بے حد ابر آلود' ٹھنڈا ٹھنڈا' موموں کے دل کی طرح.....! وہ اپنے گھر سے نکل کر ان کے گیٹ کی طرف آئی' چوکیدار نے گیٹ کھول دیا..... وہ سست قدموں سے چلتی ہوئی اوپر ان کے پاس ٹیرس پہ پہنچی۔

"ارے موموں! کیسی ہو؟" معظم اسے دیکھتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

"تم نہیں جانتے کہ میں کیسی ہوں؟" وہ عجیب سے لہجے میں کہتی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم بہت اچھی ہو۔" وہ مسکرا کے بولا۔

"کیا تم بھی اتنے ہی اچھے ہو؟" وہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"بالکل بھی نہیں۔"

"ویسے اچھوں کے ساتھ کبھی اچھا تو نہیں ہوتا۔" اریبہ کے ہاتھ سے کپ تھامتے ہوئے وہ آہستگی سے بولی۔

"تمہارے ساتھ کیا برا ہوا ہے؟" معظم نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"وہ بھی تو مجھے خود بھی نہیں پتہ۔"

"ایک بات کہوں موموں؟" اس کے سوال پہ موموں نے چونک کر دیکھا۔

"میں جب سے پاکستان آیا ہوں میں نے ایک بات نوٹ کی ہے۔" اس نے کرسی سے تھوڑا آگے جھکتے ہوئے کہا جیسے موموں سے کوئی راز کی بات کرنا چاہتا ہوں۔

"کیا؟" وہ نظر جھکاتے ہوئے بولی۔

"یہی کہ تمہاری آنکھیں بوجھل اور گلابی گلابی لگتی ہیں اور گلابی آنکھیں رتجگے کی سب سے بڑی نشانی ہیں۔" معظم کہتے ہوئے لحہ بھر کے لیے ٹھہرا اور موموں اس کی طرف دیکھنے پہ مجبور ہو گئی تھی۔

"اور رت جگا' محبت کی پہلی نشانی ہے' جس کو تم جھٹلا نہیں سکتیں!" معظم کے انداز میں یقین بھرا تھا۔

"تم یہ کیسے جانتے ہو؟"

"کیونکہ میں خود اس دور سے گزر چکا ہوں۔" معظم کی بات پہ موموں نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"یعنی تم بھی محبت کرتے ہو؟" موموں کے سوال پہ وہ یکدم قہقہہ لگا کے ہنسا تھا۔

"اب تو محبت میں ماہر ہو چکا ہوں۔" وہ دل کھول کر ہنستے ہوئے موموں کی بات کو انجوائے کر رہا تھا.....

"ویسے مائی ڈیئر ایک بات بتاؤ' وہ خوش نصیب کون ہے جس کی چاہ میں موتی آنا [illegible] انی [illegible] طراز [illegible] گلابی کر دی ہیں؟" وہ بڑی [illegible] ری [illegible] رہا آج وہ فارغ تھا اور ذرا فریش موڈ میں تھا اس لیے اس کے وہی پرانے رنگ ڈھنگ نظر آ رہے تھے۔

"پہلے تم مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے' جس نے تمہیں محبت میں ماہر کر دیا ہے؟"

موموں کو اپنی ہی آواز اجنبی سی لگی تھی۔ دل تھا کہ کسی بچے کی طرح سہما جا رہا تھا۔

"بتا دوں؟" وہ شرارت سے بولا۔

"ہاں۔" حلق سے بمشکل لفظ نکلا تھا۔

"آؤ۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور وہ سہمے ہوئے دل کے ہمراہ اس کے ساتھ چل پڑی۔

وہ اسے ساتھ لیے اپنے کمرے میں آ گیا۔

"بیٹھو یہاں۔" اس نے موموں کو بیڈ پہ بٹھا دیا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ الماری سے چھوٹی سی مخملی ڈبیا نکال کے لایا تھا۔

"مہر کا گفٹ ہے۔"

"دیا کیوں نہیں؟"

"موقع کی مناسبت سے دوں گا۔"

معظم نے اس کے سامنے ڈبیا کھول دی۔ اس میں انتہائی خوب صورت انگوٹھی جگمگا رہی تھی اور انگوٹھی میں ڈبل ایم لکھا ہوا تھا۔ اتنے چھوٹے لفظوں میں کہ بغور دیکھنے سے دکھائی دیتا تھا۔

"موقع کی مناسبت؟"

"ہاں یار! منگنی کے دن.....!" موموں کے گویا پرخچے اڑ گئے تھے۔ پاؤں کے نیچے جلتے انگارے سینے پہ آ گئے۔

"منگنی؟"

"ہاں' آج امی اور پاپا مہر کے گھر انگیجمنٹ کی ڈیٹ طے کرنے گئے ہیں' میرا خیال ہے کہ وہ لوگ دو تین دن کی ڈیٹ دے دیں گے' پہلے ہی انتظار میں اتنا وقت گزر گیا ہے۔"

معظم جو کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ موموں کے حوصلے سے زیادہ تھا۔ دل کی لاش اٹھا کر واپس آنا مشکل ترین مرحلہ تھا۔

✡ ✡ ✡

بے [illegible] م قدموں [illegible] وہ باہر نکلی تو دھواں دھار بارش کو بھی [illegible] ل گئی [illegible] ل [illegible] ج [illegible] ستا ساون ایک ہی بوچھاڑ میں اسے [illegible] گیا [illegible] اور [illegible] من من بھر کے قدم اٹھاتی روش پہ نکل آئی تھی۔ معظم کی گھر سے اسے اپنے گھر تک جانا تھا۔

وہ تھکے تھکے انداز سے چلتی گیٹ سے نکل آئی۔ بارش اتنی تیز تھی کہ روڈ پہ طوفان اور بارش کی وجہ سے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف طوفان کا شور تھا اور وہ یونہی دھیمے قدموں [illegible] چلتی [illegible] داخل ہوئی تھی' چوکیدار [illegible] کر [illegible] تھا اور پورا گیٹ [illegible] کر دیا تھا [illegible] اندر [illegible] لیکن مزید آگے نہ بڑھ سکی۔

"چھوٹی بی بی!" چوکیدار چیخ اٹھا۔ موموں کھڑے قد سے تیورا کے گری تھی۔ وہ روش کے درمیان بے ہوش پڑی تھی اور موسلا دھار بارش برس رہی تھی۔ چوکیدار فوراً "اندر بھاگا تھا۔ اتفاقاً" ملکہ آفاق گھر پہ ہی تھیں وہ بھی بھاگتی ہوئی باہر نکلیں اور موموں کو اس حال میں دیکھ کر سر تا پا کانپ گئی تھیں۔

"موموں.....!" انہوں نے اس کا سر اٹھا کر گود میں

رکھا۔
"بیگم صاحبہ! ان کو اندر لے چلیں۔" ملازمہ آگے بڑھی لیکن ملکہ آفاق اسے اندر لے جانے کے بجائے ہسپتال لے گئی تھیں....!

☆ ☆ ☆

اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھی اور وہ سب ہی پریشان سے بیٹھے تھے یلکہ آفاق چپ چاپ لب سیے بیٹھی تھیں، سب کو الجھن تھی کہ مومو کو آخر ہوا کیا ہے؟
"پلیز آنٹی! آپ پانی پی لیں وہ ٹھیک ہو جائے گی۔"
مہر اور اریبہ نے ملکہ کو پانی پلانا چاہا۔ وہ کب سے یونہی بھوکی پیاسی بیٹھی تھیں۔
"پی لوں گی' وہ ٹھیک تو ہو جائے۔" انہوں نے انکار کر دیا۔
"ان شاء اللہ جلدی ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹرز بتا رہے ہیں کہ وہ کچھ دیر تک ہوش میں آجائے گی۔"
نشاط بیگم نے بھی ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دی.... لیکن انہی تسلیوں میں رات گزر گئی اور صبح فجر کے قریب اس کے جسم میں تھوڑی حرکت ہوئی تھی۔
"معظم!" نیم بے ہوشی میں بھی ایک ہی نام لبوں پر تھا۔
"مومو! آنکھیں کھولو۔" معظم نے آگے بڑھ کے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"معظم!" اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔
"میں سن رہا ہوں مومو! کیا بات ہے؟ کیا ہوا ہے؟"
وہ جی جان سے متوجہ تھا اور مومو اسے جی جان سے دیکھنے لگی تھی۔ اتنی محویت سے کہ آنکھوں میں پانی بھر آیا۔
"تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا مومو!" مہر کی آواز اس کے دائیں طرف سے سنائی دی تھی اور مومو کا ہاتھ معظم کے ہاتھ میں بےجان ہو گیا۔
"مہر....؟" وہ زیر لب بڑبڑائی۔
"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟ دیکھو ملکہ آنٹی کتنی پریشان ہو رہی تھیں تمہارے لیے۔" مہر نے ملکہ آفاق کی سمت اشارہ کیا۔
"یار! تم نے تو ہماری جان ہی نکال دی تھی...." حمزہ بھی خفگی سے گویا ہوا۔
"اور جس کی سچ مچ جان نکل گئی ہو؟" مومو گم صم سے لہجے میں بولی۔
"اللہ نہ کرے۔" ملکہ آفاق تڑپ گئیں۔
"اللہ نے کر دیا ہے مام!" مومو دل ہی دل میں تلخی سے ہنسی۔
"آپ لوگ پلیز پیچھے ہٹیں ہمیں چیک اپ کرنے دیں...." ڈاکٹر اور نرسیں سر پہ آکھڑے ہوئے تھے۔ وہ سبھی پیچھے ہٹ گئے۔
"آپ ہمارے ساتھ آیئے مسز آفاق!" ڈاکٹر چیک اپ کرنے کے بعد انہیں اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ اور ملکہ آفاق نے کسی خدشے کے تحت بے ساختہ مقدم جاہ اور معظم کی طرف دیکھا تھا۔
"ڈونٹ وری کچھ نہیں ہوگا' آیئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" معظم نے ان کی ہمت بندھائی اور انہیں ساتھ لیے کمرے سے نکل آیا تھا۔
"آیئے بیٹھیے مسز آفاق!" ڈاکٹر نے کرسی کی سمت اشارہ کیا تھا۔
"آپ لوگ جانتے ہیں کہ انہوں نے کس چیز کا اتنا اثر لیا ہے کہ ان کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا؟" ڈاکٹر نے معظم سے استفسار کیا تھا۔
"ان فیکٹ سر! میں تقریباً چار سال بعد انگلینڈ سے پاکستان آیا ہوں اور مجھے آئے ہوئے ایک ماہ ہو گیا ہے لیکن میں پچھلے ایک ماہ سے فیل کر رہا ہوں کہ وہ پہلے جیسی شوخ و شنگ سی نہیں رہی بہت الجھی الجھی اور چپ چپ سی رہتی ہے۔ کل بھی میں نے اس سے یہی سب پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے مجھے نہیں بتایا بلکہ کچھ ہی دیر بعد اس کی بے ہوشی کی خبر مل گئی۔" معظم نے نارمل سے انداز میں سب بتایا تھا۔
اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ سب مومو کے نہ بتانے کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ معظم کے بتانے" کی وجہ سے ہوا ہے....
"اینی وے میں نے آپ لوگوں کو یہ کہنے کے لیے بلایا ہے کہ مومل آفاق کے معاملے میں آپ کو ہمیشہ خاص احتیاط کرنا ہوگی۔ وہ بہت ہی کمزور اعصاب کی مالک ہیں۔ اگر کسی بات پہ ان کا نروس بریک ڈاؤن ہو سکتا ہے تو اسی طرح کسی صدمے یا دھچکے کی وجہ سے ان کا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا ہے۔ پلیز نیکسٹ ٹائم بی کیئرفل۔"
ڈاکٹر نے کہہ کر ان کا دماغ ماؤف کر دیا تھا مسز ملکہ آفاق پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ معظم بھی چکرا کے رہ گیا تھا....!

☆ ☆ ☆

جیسے ہی وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آئی' مہر اور معظم کی انگیجمنٹ کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں مومو نے ان دونوں کی خوشیاں دیکھ کر ہونٹوں پہ پتھر رکھ لیا تھا۔ وہ اپنے غم کو عیاں کر کے ان کی خوشی اجاڑنے نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کسی کی خوشیوں کو بری نظر سے دیکھنا نہیں سیکھا تھا۔
معظم کو مہر کا نصیب مان کر قدم پیچھے ہٹا لیے تھے اور خود کو بے نیاز ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی رہی تھی لیکن.... دل تو دل تھا کسی ذرا سی بات پہ بھی پگھل جاتا تھا۔ آنچ پہ رکھے موم کی طرح....!
"ملکہ آنٹی! مومو کہاں ہے؟" معظم عجلت میں اندر داخل ہوا تھا۔ وہ آج کل پھر پہلے کی طرح اس کا خیال رکھنے لگا تھا اور ملکہ آفاق اس کے لیے بہت ہی مشکور تھیں۔
"وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہے۔" انہوں نے اشارہ کیا۔
"مومو!" وہ پکارتا ہوا اندر داخل ہوا۔
"ہوں؟" اس نے ٹی وی کا والیوم کم کر دیا۔
"تم نے خبریں کب سے سننا شروع کر دی ہیں؟" وہ نیوز چینل دیکھ کر حیرت سے بولا۔
"جب سے اپنی خبر نہیں رہی۔" وہ بے تاثر سے انداز میں بولی۔
"زیادہ فلاسفر بننے کی کوشش مت کرو۔ اور میرے ساتھ چلو۔"
"کہاں؟" "مہر کے لیے انگیجمنٹ ڈریس لینا ہے۔ اریبہ اور ثمانہ بھی جا رہی ہیں تم بھی چلو۔"
"میرا موڈ نہیں ہے۔"
"سوچ لو...."
"میں سوچ کر ہی جواب دے رہی ہوں' تم لوگ جاؤ' میں نے نہیں جانا۔" اس نے پھر والیوم بڑھا دیا تھا۔
"دیکھتا ہوں تم کیسے نہیں جاتیں؟" معظم نے ریموٹ جھپٹ کر ٹی وی آف کیا اور اس کی کلائی دبوچ کر باہر کی طرف چل پڑا۔
"معظم پلیز!" وہ کہتی رہ گئی لیکن اس نے اسے گاڑی میں [illegible] کر دم لیا تھا اور [illegible] ڈرائیو [illegible] کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
"کیا بات ہے' موڈ اتنا آف کیوں ہے؟" اریبہ نے پوچھا۔
"اس کا ہمارے ساتھ آنے کا موڈ ہی نہیں تھا۔" معظم نے بہن کو اطلاع دی۔
"ارے کیوں یار؟ ادھر وہ مہر ہے کہ آرڈر دے رہی تھی کہ میری انگیجمنٹ کا ڈریس مومو پسند کرے گی اور مومو....؟" اریبہ نے خفگی [illegible] بات ادھوری چھوڑ دی لیکن مومو [illegible]
"ہاں [illegible] انکل کی وجہ [illegible] مہر [illegible] معظم کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس کا ڈریس مومو کی پسند کا ہونا چاہیے اسے مومو کی پسند پہ اعتماد ہے۔" اریبہ نے مزید بتایا۔
"کیوں اسے معظم کی پسند پہ اعتماد نہیں ہے؟" مومو نے عجیب سے انداز میں کہتے ہوئے معظم کو اک نظر دیکھا۔
"وہ کہتی ہے معظم بھائی کی پسند کوئی خاص نہیں ہے۔"

”یعنی مہر کوئی خاص نہیں ہے؟“ اس کی برجستگی پہ معظم قہقہہ لگا کے ہنس پڑا تھا۔

”کیا کمال کی بات ہے یار!“

”کمال کی بات کی ہے ناں‘ کمال تو نہیں کیا ناں؟“ مومو تلخی سے ہنسی۔

”بڑی تیز ہو گئی ہو۔“

”اسی لیے تو پیچھے رہ گئی ہوں‘ سست ہوتی تو شاید آگے نکل جاتی۔ خرگوش اور کچھوے کا قصہ تو تم نے سنا ہی ہو گا؟ میں بھی خرگوش کی طرح تھوڑی دیر سستانے کی غرض سے لیٹ گئی تھی۔“

مومو کی باتیں اسے اکثر حیرانی میں ڈال جاتی تھیں۔ اس وقت بھی وہ کچھ نہ کہہ سکا البتہ اریبہ اور امامہ نے اس بات پہ خوب بحث کی تھی۔ مومو چپ چاپ سنتی رہی اور مارکیٹ پہنچ کر مہر کے پیغام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں لگ گئی۔ اس نے مہر کا ڈریس پورے دل سے اور ایمان داری سے پسند کیا تھا سب ہی کو وہ ڈریس بہت پسند آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

”کاش مومو! مجھے تم سے . . . ہوئی ہوتی“ معظم اسے دیکھ کر آہ بھر کے رہ گیا تھا۔ مسز ملکہ آفاق نے یہ ڈریس اس کے لیے خود ڈیزائن کیا تھا اور مومو نے وہ ڈریس پہن کر اسے چار چاند لگا دیے تھے۔ وائٹ کلر کے سوٹ پہ گولڈن کڑھائی بڑی منفرد اور نفیس سی چھب دکھا رہی تھی۔ دوپٹے کے دونوں پلوؤں پہ بھی گولڈن بارڈر بنا ہوا تھا اور قمیص کی فرنٹ سائیڈ پہ بھی کافی خوب صورت کام کیا گیا تھا۔ میچنگ سینڈل اور جیولری بھی مسز ملکہ آفاق کی اپنی چوائس تھی۔ مومو انہی کے اصرار پہ انہی کی پسند سے تیار ہوئی تھی لیکن جب وہ ان کے ساتھ ہال میں پہنچی تو پہلا سامنا معظم سے ہی ہوا تھا۔ وہ بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس بہت شاندار لگ رہا تھا اور معظم بھی مومو کی خوب صورتی کی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے دل پہ ہاتھ رکھ کے آہ بھری تھی۔

”پھر کیا ہوتا؟“ مومو نے اس کے کاش پہ نقطہ اٹھایا تھا۔

”پھر یہ ہوتا کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر وہاں اسٹیج پہ لے جاتا اور اس مرمریں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی پہنا دیتا۔“ اس نے مومو کا ہاتھ تھام کے کہا۔

”آج تمہارے ہاتھ میں یہ ہاتھ اچھا نہیں لگ رہا‘ آج تمہارے ہاتھ میں وہ ہاتھ اچھا لگے گا....“ مومو نے گاڑی سے اترتی مہر کی سمت اشارہ کیا تھا۔ معظم کی نگاہیں مہر کی طرف متوجہ ہوئیں تو وہ وہاں سے ہٹ گئی اور ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سے وائٹ پرس سے ٹشو نکال کر آنکھوں کے بھیگے کونے سے نمی جذب کی تھی۔ وہ ایک ٹیبل کے پاس کرسی کھینچ کے بیٹھ گئی۔ مقدم جاہ نے منگنی خاصے وسیع پیمانے۔ ارینج کی تھی لوگوں کی تعداد دیکھ کر شادی کا گمان ہو رہا تھا۔

مہر سے مل کر وہ جہاں بیٹھی تھی وہیں بیٹھی رہی۔ مہمان آتے رہے اور رش بڑھتا رہا۔ پروفیسر نسرین احمد کی طرف سے بھی کافی مہمان انوائیٹڈ تھے دونوں فیملیز بے پناہ خوش تھیں بلکہ آفاق کو ان کے جاننے والوں نے گھیر رکھا تھا اور مومو اکیلی بیٹھی سب کو دیکھ رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد انگوٹھی پہنانے کا وقت آیا اور مومو کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر دبا دیا تھا۔ وہ اس کے سامنے مہر کو انگوٹھی پہنا رہا تھا۔ مومو میں دیکھنے کی ہمت نہیں تھی وہ کرسی سے اٹھ کر تیز تیز قدموں سے چلتی ہال سے نکل گئی۔

”مومو....!“ ملکہ آفاق نے اسے ہال سے نکلتے دیکھ لیا تھا۔ لوگ لڑکے لڑکی کی طرف متوجہ تھے کسی اور طرف دیکھنے کا دھیان ہی نہیں تھا....!

مومو اپنی سسکیوں کو دباتی پارکنگ میں اپنی گاڑی تک پہنچی اور پل میں گاڑی نکال لے گئی۔

”مومو رکو!“ وہ پیچھے سے چیخیں لیکن وہ بھلا کب سن رہی تھی۔ انہوں نے اپنے ڈرائیور کو اشارہ کیا اور گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

☼ ☼ ☼

وہ دھواں دھار روتی ہوئی سیدھی گھر پہنچی تھی۔ شکر تھا کہ راستے میں کسی ایکسیڈنٹ سے بچ گئی تھی ورنہ جس حالت میں وہ رش ڈرائیونگ کرتی ہوئی آئی تھی اسے دیکھ کر ملکہ آفاق کو یقین تھا کہ وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچا لے گی۔ ان کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ ان کا ڈرائیور بھی مومو کے برابر ہی پہنچا تھا۔ مومو گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی اور اتنی ہی تیزی سے ملکہ آفاق اس کے پیچھے آئی تھیں۔

”مومو!“ وہ اس کے بیڈ روم کا دروازہ اک جھٹکے سے کھول کر اندر داخل ہوئی تھیں۔ مومو کا پرس کہیں تھا‘ جوتے کہیں اور خود کہیں.... کمرے میں اس کی ہچکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ ملکہ آفاق کے قدم زمین نے جکڑ لیے تھے۔

”مومو!“ ان کے منہ سے بمشکل اس کا نام ادا ہوا تھا۔

”مام!“ مومو تڑپ کے سیدھی ہوئی اور ان کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ وہ زمین پہ گری . . . ہی تھی۔

”میرا معظم....!“

وہ کچھ اس طرح تڑپ تڑپ کر روئی کہ ان کا دل پھٹ گیا تھا۔ وقت بہت پیچھے چلا گیا تھا۔ چھبیس سال پیچھے.... جب ان کی حالت بھی ایسی تھی جب وہ بھی ماہی بے آب کی مانند تڑپی تھیں جب ان کا دل بھی اپنی ”چاہ“ کے لٹنے پہ ماتم کناں ہوا تھا۔ تب انہیں بھی صبر نہیں آیا تھا۔ اتنے سال لگ گئے تھے.... پھر رفتہ رفتہ صبر تو آ گیا پر دل کے داغ نہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی لو دینے لگتے.... اور آج.... آج موحل آفاق بھی؟ مسز ملکہ آفاق کھڑے کھڑے راکھ کا ڈھیر بن گئی تھیں۔ ان کی بیٹی ان کے قدموں میں بیٹھی تڑپ رہی تھی‘ بلک رہی تھی۔

”اسے میری محبت کا احساس ہی نہیں ہے مام! اسے پتہ ہی نہیں کہ پچھلے ساڑھے چار سالوں سے موحل آفاق دل کی ہر دھڑکن پہ ورد کر رہی ہے اس کے نام کا‘ اسے مہر کی محبت نظر آ گئی اور مومو....؟ نہ مومو دکھائی دی نہ اس کی محبت؟ اگر وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تو کیا میں اس کے بغیر رہ سکتی ہوں؟ بتایئے ناں مام! کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں رہ سکوں گی؟ کیا میں جی لوں گی؟“

مومو ان کی ٹانگوں سے لپٹی انہیں جھنجوڑ رہی تھی‘ وہ اس کی ماں تھیں اسے تکلیف میں دیکھ کر انہیں خود اذیت ہو رہی تھی۔

”میں اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی‘ مام! مر جاؤں گی میں۔“

وہ تڑپ تڑپ کے ہلکان ہو رہی تھی۔

”وہ مہر کا نصیب ہے مومو!“

”وہ میرا نصیب کیوں نہیں تھا؟“

”اسے تم سے محبت نہیں ہے۔“

”مجھے تو اس سے محبت ہے نا؟“ وہ اس کی بات سے لاجواب ہو گئیں۔

”بھول جاؤ اسے۔“

”بھولتے بھولتے مر جاؤں گی۔“

”مر تو میں گئی . . . ں“ ملکہ آفاق خود کلامی کے انداز میں بولی . . . انہیں مومو کی طرف . . . خدشے تھے۔ وہ درست ثابت ہوئے تھے انہیں پہلے بھی کئی بار شک گزرا تھا کہ مومو‘ معظم میں انٹرسٹڈ ہے لیکن پھر وہ اپنا شک سمجھ کر ٹال گئی تھیں۔ مگر آج....

انہوں نے اس کی حالت کے پیش نظر اسے ٹرنکولائزر دے کر سلا دیا تھا اور خود اس . . . کر اس اس کے سرہانے بیٹھ گئی تھیں۔ مومو کا سر ان . . . میں رکھا ہوا تھا۔ وہ اس . . . بال . . . وہ اس کے چہرے . . . وں کی لکیریں بغور دیکھ رہی جس جن کو دیکھ کر خود ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اور ان کے آنسو بے اختیار ہو کر مومو کے بالوں میں جذب ہو گئے تھے.... وہ ساری رات اسی طرح بیٹھی سوچتی رہی تھیں....!

☼ ☼ ☼

”یار! تم نہیں جانتیں کہ میں یہ دن انگلیوں پہ گن کے گزار رہا ہوں‘ یہ تین ماہ میرے لیے پہاڑ بن گئے ہیں‘ وقت گزر ہی نہیں رہا؟“ معظم ڈرائیونگ کے

دوران اپنی بے قراریوں کا اظہار کر رہا تھا اور مہر چپ چاپ اس کی چاہتوں کی پھوار میں من کو بھگوتی رہی وہ بھلا کیا کہہ سکتی تھی۔۔۔؟

"کیا جیسی بے قراری مجھے ہے ویسی تمہیں بھی ہے؟" اس نے کہتے کہتے مہر سے اس کے دل کی پوچھ ڈالی۔

"بولو ناں چپ کیوں ہو؟" اس نے اصرار کیا۔

"نہیں۔۔۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں؟" اسے اچنبھا ہوا۔

"کیونکہ میں آپ جیسی بے وقوف نہیں ہوں۔"

"میں بے وقوف ہوں؟"

"لوگ کہتے ہیں کہ سمجھ دار لوگ محبت نہیں کرتے۔" مہر نے لاپروائی سے کہا۔

"تم سمجھ دار نہیں ہو یا تمہیں محبت نہیں ہے؟" معظم نے جان بوجھ کر پوچھا۔

"میں نے کب کہا کہ میں سمجھ دار نہیں ہوں؟"

"اوہ یعنی تمہیں محبت نہیں ہے؟" معظم نے سر ہلایا۔

"کہہ سکتے ہیں۔" اس نے شانے اچکائے۔

"اس کا مطلب ہوا کہ میں واقعی بے وقوف ہوں؟" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولا تھا۔

اور مہر اپنی مسکراہٹ چھپا گئی تھی لیکن اپنے گھر کے گیٹ پہ پہنچ کر اس کی ساری مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی حنان درانی اپنی لینڈ کروزر لیے کھڑا تھا۔ معظم گاڑی پارک کر کے نیچے اتر آیا۔

"السلام علیکم!" معظم نے ہی آگے بڑھ کے اس سے ہاتھ ملایا تھا لیکن اس کی نظر گاڑی سے اترتی مہر پہ تھی۔

"میرا نام معظم ہے میں۔۔۔"

"جانتا ہوں مسٹر معظم جاہ! آپ مہر ذیشان کے تازہ ترین منگیتر ہیں۔" حنان درانی نے معظم کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

معظم کی پیشانی پہ بل پڑ گئے تھے۔

"یہ کون سا طریقہ ہے بات کرنے کا؟" اس نے ناگواری سے کہا۔

"مسٹر معظم جاہ! آپ نہیں جانتے میں پچھلے پانچ سال سے طریقے سے ہی بات کرتا آ رہا ہوں لیکن نہ تو پروفیسر صاحب میرے طریقے کو سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی پروفیسر صاحب کی بیٹی۔۔۔ سیدھے سیدھے طریقے سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ رشتہ بھیجا تھا منت کی تھی لیکن آخر ایسا کیا ہے جو آپ میں ہے اور مجھ میں نہیں ہے؟ میں یقین کے ساتھ شرطیہ کہتا ہوں کہ میں فیملی بیک گراؤنڈ کے لحاظ سے بھی آپ سے زیادہ اسٹرانگ ہوں پھر بھی۔۔۔ پھر بھی مجھے چھوڑ کر آپ کو کیوں چنا گیا؟"

حنان درانی کے لب و لہجے سے آج جو ترشی اور جھنجھلاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ مہر پریشان ہو گئی۔

"معظم؟" وہ معظم کے تیور بھانپ چکی تھی۔

"تم اندر جاؤ مہر!" اس نے پلٹ کر مہر کو اشارہ کیا۔

"لیکن آپ۔۔۔؟"

"میں کہہ رہا ہوں تم اندر جاؤ۔" غصے سے بلند آواز میں بولا۔

تو مہر کو قدم اندر بڑھانے پڑے لیکن وہ بھاگتی ہوئی میراں بیگم کے پاس پہنچی تھی۔

"میری ہونے والی بیوی پہ ایسی اجارہ داری؟" حنان درانی نے معظم کا گریبان پکڑ لیا تھا اور معظم اس کے منہ سے بیوی کا لفظ سن کر یکدم مشتعل ہو گیا۔ اس نے زوردار گھونسا حنان درانی کے منہ پہ دے مارا اور تھوڑی دیر میں ہی وہاں لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ اندر سے ذیشان احمد اور میراں بیگم بھی بدحواسی میں باہر آئے تھے۔ حنان درانی کے ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا اور گریبان بھی پھٹ گیا تھا، وہ دونوں ہی ذیشان احمد کے قابو سے باہر تھے۔ انہوں نے بہت بیچ بچاؤ کروایا مگر کوئی بھی ٹلنے والا نہیں تھا بالآخر لوگوں نے مل کر معظم کو گیٹ کے اندر دھکیلا اور گیٹ بند کر دیا۔ اور کچھ حنان درانی کو اس کی گاڑی کی طرف دھکیلنے لگے۔ بڑی مشکل سے معاملہ ٹھنڈا پڑا اور وہ لوگ اندر آ گئے۔

"بیٹا! تمہیں کیا ضرورت تھی اس کے منہ لگنے کی،"

ذیشان احمد نے معظم کی کنپٹی سے بہتے خون کو دیکھ کر میراں بیگم کو فرسٹ ایڈ باکس لانے کو کہا۔

"آپ لوگوں نے اتنے عرصے سے اسے ٹھیک طرح سے نہیں سمجھایا اسی لیے روز منہ اٹھائے چلا آتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اب سمجھ گیا ہو گا؟"

"بیٹا! میں جان بوجھ کر اس کے ساتھ سختی سے پیش نہیں آتا تھا۔ مجھے پتہ ہے ایسے لوگ زیادہ سخت اور ضدی ہو جاتے ہیں۔ ہماری سختی اور غصہ ان کی ضد کو ہوا دینے کا کام کرتے ہیں اور ویسے بھی اس نے ہمیں کبھی زیادہ تنگ نہیں کیا، اس کی فیملی تقریباً دو سال سے کینیڈا شفٹ ہو گئی ہے۔ وہ بھی کینیڈا میں ہی ہوتا ہے بس کبھی کبھار کام کے سلسلے میں پاکستان آتا ہے اسی لیے مجھے اس کی طرف سے زیادہ پریشانی نہیں تھی لیکن آج تو۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑتے ہوئے خاموش ہو گئے تھے۔

"بہرحال آپ پریشان ۔۔ ں میں دیکھ لوں ۔" معظم کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"ارے بیٹھو ناں کہاں جا رہے ہو؟ اتنا خون بہہ رہا ہے!" میراں بیگم اندر آتے ہوئے بولیں۔

"انس اوکے معمولی سی چوٹ ہے ٹھیک ہو جائے گی میں چلتا ہوں۔" وہ کہہ کے آگے بڑھ گیا۔

"پاپا کیا ہوا ہے؟" حمزہ پریشان سا اندر داخل ہوا تھا۔ شاید کہیں سے اسے بھی اس ہنگامے کی اطلاع مل گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا۔" معظم نے جواب دیا تھا۔

"لیکن یہ خون؟" حمزہ کی نظر اس کی پیشانی اور شرٹ کی طرف اٹھی جن پہ خون کے سرخ دھبے نظر آ رہے تھے۔

"کہا تو ہے کہ کچھ نہیں ہوا۔ سب خیریت ہے۔" معظم اس کا کندھا تھپک کر باہر نکل آیا تھا لیکن راہداری کے کونے میں کھڑی مہر کا دل تڑپ کے رہ گیا تھا۔

معظم نے اس کی پریشان صورت اور آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کو محض اک نظر دیکھا اور باہر آ گیا۔

☆ ☆ ☆

"لگتا ہے تم تو اسلام آباد میں ڈیرہ ڈال کے بیٹھ گئی ہو؟" مہر نے شکوہ کیا تھا اور موموں مسکرا دی تھی۔

"کافی پرسکون شہر ہے، واپس آنے کو دل نہیں چاہ رہا۔۔۔" موموں ملکہ آفاق کے ساتھ پچھلے ایک ہفتے سے اسلام آباد آئی ہوئی تھی انہوں نے اسلام آباد میں اپنی بوتیک کی نئی برانچ کا افتتاح کرنا تھا۔ اس کی تیاریاں ہو رہی تھیں موموں کے اکیلے پن کی وجہ سے وہ اسے بھی ساتھ لے آئی تھیں اور موموں خود بھی اس ماحول سے نکلنا چاہتی تھی اس لیے گھومنے پھرنے کی غرض سے آ گئی تھی۔

"یعنی تم شہر کو انجوائے کر رہی ہو تم نے ہمیں مس نہیں کیا؟" مہر خفگی سے بولی۔

"تم بھی یہیں آ جاؤ۔" موموں نے آفر کی

"محترمہ میری شادی قر۔ ۔ ۔ ار ں ۔ مں
ر ذ وا ا م توا ن ت ں ، ، ۔ ۔
ہیلپ ہی کروا دو۔"

"کیسی ہیلپ؟"

"یہی شاپنگ وغیرہ کی، مجھے سب کچھ خود ہی کرنا پڑ رہا ہے۔ ابھی بھی امی کے ساتھ مارکیٹ جا رہی ہوں۔ معظم کی فیملی کے لیے کچھ گفٹس لینے تھے۔ سوچا آج ہی نپٹا لیں۔" مہر نے اپنی دھن میں بتایا۔

"اوہ اچھا!"

"اور ہاں تم یہ بتاؤ کہ تم معظم کی طرف ۔۔ کی یا میری طرف ۔۔ ؟" مہر ۔۔ ۔۔ پوچھا

"تمہاری طرف سے۔" موموں نے ۔۔ لہجے میں کہا۔

"واؤ۔۔۔ گویا تم میری طرف ہو لڑکی والوں کی سائیڈ پہ؟"

"ہاں۔۔۔!" اس نے آہستگی سے کہا۔

"تھینک یو سو مچ یار!" مہر خوش ہو گئی تھی۔

"اس کے لیے کیا گفٹ لینا ہے تم نے؟" موموں نے نجانے کیوں پوچھ لیا۔

"معظم کے لیے؟"

"ہاں.....!"

"کیا میں کم ہوں اس کے لیے؟" مہر اترا کے بولی۔

"ویسے وہ کہتا ہے کہ گفٹ میں دول گا تم نہیں۔" مہر نے شرماتے ہوئے کہا۔

"کیا دے گا؟"

"اپنا دل' اپنی جان' اپنی زندگی....." مہر استحقاق بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"مطلب کہ سب کچھ؟"

"آف کورس یار!"

"اللہ مبارک کرے۔" موموں نے دل سے کہا تھا۔

"تھینک یو۔"

"اوکے اللہ حافظ۔" اس نے کہہ کے فون بند کر دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مہر اغوا ہو گئی؟"

بس اک ہی خبر تھی جو ہر طرف سنسناتی ہوئی پہنچ رہی تھی اور سب کے رونگٹے کھڑے ہوتے جا رہے تھے۔

یہ خبر موموں اور مسز ملکہ آفاق تک بھی پہنچی تھی۔ وہ پہلی فلائٹ سے ہی واپس آ گئی تھیں۔ اپنا کام بھی ادھورا چھوڑ آئی تھیں اور زندگی میں پہلی بار وہ میراں بیگم کے گھر آئی تھیں۔ میراں بیگم کو چھوٹی بہن کی پہلی بار اپنے گھر آمد پہ خوشی کیا ہوتی کہ وہ اپنی بیٹی کی گمشدگی کا غم سینے سے لگائے بیٹھی تھیں' باقی سب بھی ان کے گھر پہ ہی تھے۔ سب ہی ان کو تسلیاں دے رہے تھے۔ حمزہ الگ اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ معظم اور مقدم جاہ الگ بھاگ دوڑ کر رہے تھے لیکن پچھلے آٹھ گھنٹوں سے کسی کو بھی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

"یہ سب ہوا کیسے؟" مسز ملکہ آفاق نے میراں بیگم سے پوچھا' وہ رو رو کر نڈھال ہوئی جا رہی تھیں۔

"ہم دونوں شاپنگ کرنے گئے تھے۔ شاپنگ کر کے مارکیٹ سے نکلے تو یاد آیا کہ میں کپڑوں کا شاپر اندر دکان کے کاؤنٹر پہ ہی رکھ کے بھول آئی ہوں۔ اس میں نے مہر کو سڑک کنارے کھڑا ہونے کو کہا اور خو اندر چلی گئی پھر پتہ نہیں چلا کہ میری مہر کہاں چلی گئی پوری مارکیٹ اور سڑکیں چھان ماریں لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی' کہیں نہیں ملی۔" وہ تڑپ کر رو پڑی تھیں۔

"میری بیٹی' میری دلہن' ذیشان احمد! میری بچی۔ نجانے کیا بیتی ہے؟ کیا گزری ہے اس پہ؟" وہ سینہ پیٹ کے رو رہی تھیں۔

"پلیز میراں! صبر کرو' وہ... بھی ہو گی ٹھیک ہو گی سب کوشش تو کر رہے ہیں۔" ملکہ آفاق نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

رات کے بارہ بجنے کو ہیں دوسری تاریخ لگنے والی ہے' آج اور کل میں بڑا فرق ہوتا ہے ملکہ! دعا کرو میری مہر آج ہی آ جائے۔" میراں بیگم نے ملکہ آفاق کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔ وہ بہن کے دکھ پہ چپ ہو گئی تھیں اور سر جھکا لیا تھا۔ وہ کیسے انہیں سمجھاتیں اور تسلی دیتیں....؟

"یہ سب اس حنان درانی کا کھیل ہے' بس ایک بار مل جائے' میں دوبار اس کے گھر جا چکا ہوں لیکن گیٹ پہ تالا لگا ہوا تھا۔" حمزہ ڈرائنگ روم میں چکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں اب اور انتظار نہیں کر سکتا۔ میں پولیس میں رپورٹ درج کروا رہا ہوں۔" معظم نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟" ذیشان احمد ٹھٹک گئے۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں' اب اور کس انتظار میں ہیں آپ لوگ؟" معظم کا غصہ اندر ہی اندر لاوے کی طرح پک رہا تھا۔

"تو کیا اپنی عزت خود اچھال دیں؟ پولیس کو پتہ چلے پھر میڈیا کو پتہ چلے اور پھر پورے پاکستان میں خبر پھیل جائے کہ پروفیسر ذیشان احمد کی بیٹی کو ان کے ایک پرانے اسٹوڈنٹ حنان درانی نے اغوا کر لیا ہے۔" ذیشان احمد پڑے تھے۔

"اور اگر عزت کے اچھالے جانے کے ڈر میں یہ عزت خراب ہو گئی تو پھر؟" معظم کا سوال بھی کھینچ خنجر کی مانند اترا تھا۔

"ہمیں اپنے طور پہ کچھ کرنا چاہیے۔" مقدم جاہ ذیشان احمد کے حامی تھے۔

"تو پھر سمجھ لیں کہ کچھ بھی نہیں ہو گا۔" معظم کہہ کر خفگی سے باہر نکل گیا تھا۔

"تم کیا کہتے ہو؟" انہوں نے حمزہ کو دیکھا۔

"میں بھی پولیس کو اطلاع دینے کے حق میں نہیں ہوں....." اس نے کہہ کر سر جھکا لیا تھا۔ وہ خود مقامی اخبار میں بطور صحافی کام کر رہا تھا۔ اسے پتا تھا کہ میڈیا والے ایسی خبروں کے کیا معنی لیتے ہیں اور کیسے اس کا نچوڑ نکالتے ہیں؟ انصاف اور مدد مانگنے والا الٹا ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے.....!

"تو پھر خود کچھ کوشش کرو' وہ تو گاڑی لے کے نکل گیا ہے۔" مقدم جاہ نے حمزہ کو اشارہ کیا تھا۔ وہ بھی باہر نکل گیا۔

موموں اور ...' ... ایک کونے میں چپ بیٹھی۔ نشاط بیگم اور ملکہ آفاق میراں بیگم کے دائیں بائیں بیٹھی انہیں ڈھارس دے رہی تھیں' وہ بیٹی کے لیے غش کھا رہی تھیں انہیں بار بار مہر کا خوشیوں سے جگمگاتا چہرہ اور شرمیلی سی مسکان یاد آ رہی تھی۔ وہ کتنی خوشی خوشی ان کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی تھی اور کتنی جلدی اس کی خوشیاں لٹ گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ مہر کو پاگلوں کی طرح ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ پورا ایک ماہ ہو چکا تھا لیکن نہ مہر مل سکی' نہ حنان درانی..... اس نے حنان درانی کو ڈھونڈنے کے بہت جتن کیے تھے لیکن ہر جگہ سے یہی جواب ملتا تھا کہ وہ کینیڈا چلا گیا ہے' اب پتہ نہیں کہ کام کے سلسلے میں کب واپس آئے گا؟ وہ پچھلے ایک ماہ سے ٹھیک طرح سے سو نہیں پایا تھا۔ اگر سونے کے لیے لیٹ بھی جاتا تو تھوڑی دیر میں ہی تڑپ کے اٹھ جاتا تھا..... اور اکثر تو رات کے وقت ہی گاڑی لے کر نکل جاتا تھا۔ اور موموں مہر کے لیے جلنے کڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے لیے دل مسوس کے رہ جاتی تھی۔

"چائے لے لو....." وہ لان میں ادھر سے ادھر چکرا رہا تھا۔

"ہوں! نہیں ضرورت نہیں ہے۔" اس نے انکار کر دیا۔

"تم نے کھانا بھی نہیں کھایا اور ٹھنڈ میں یونہی گھوم رہے ہو؟ کم از کم چائے تو لے لو۔" موموں نے اصرار کیا۔

"پلیز میرا دل نہیں چاہ رہا تم جاؤ یہاں سے....."

"لیکن معظم!"

"آئی سے گیٹ لاسٹ فرام ہیر....." وہ یکدم چیخ اٹھا تھا۔ وہ اس وقت انتہائی فرسٹریشن کا شکار تھا۔ اور موموں کا یوں مداخلت کرنا اسے زہر لگ رہا تھا۔

موموں بدک کے چار قدم پیچھے ہٹ گئی تھی اور معظم کو بے یقینی سے دیکھتی ہوئی بھاگ کر اندر چلی گئی۔

"معظم! یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو تم؟" مقدم جاہ باہر نکلتے ہوئے سن چکے تھے۔

"آئی ایم سوری۔ میں ٹینشن میں ہوں کوئی مجھ سے بات نہ کرے' ورنہ میرا دماغ اسی طرح خراب ہوتا رہے گا۔" اس نے باپ کو بھی ہاتھ اٹھا کے روک دیا تھا۔ اتنے میں اس کے سیل فون پہ رنگ ہونے لگی تھی..... پہلے تو نظر انداز کرتا رہا پھر جب رنگ مسلسل بجتی رہی تو اسے کال پک کرنی ہی پڑی' نمبر کوئی اجنبی ہی تھا۔

دوسری طرف بھی کوئی مردانہ آواز ہی تھی۔

"آپ کون ہیں؟" معظم نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"تمہاری منگیتر کا شوہر۔" اس آدمی نے انتہائی سکون سے کہا تھا۔

"تم..... تم حنان درانی ہو ناں؟" معظم نے آواز پہچاننے کی پوری کوشش کی تھی۔

"ویسے اب تم مجھے اپنا بہنوئی بھی کہہ سکتے ہو' وہ میری بیوی بن گئی ہے تو پھر تمہاری بہن ہی ہوئی ناں" اس نے بے حد رسان سے کہا تھا جیسے معظم کی کیفیت سے حظ اٹھا رہا ہو۔

"جسٹ شٹ اپ' میں تمہاری کسی بکواس پہ کان دھرنے والا نہیں ہوں' سیدھی طرح بتا دو کہ مہر کہاں ہے اور کیسی ہے وہ؟" معظم کی باتوں سے مقدم جاہ بھی متوجہ ہو چکے تھے۔

"میری باتوں پہ کیوں کان نہیں دھرو گے۔" حنان درانی نے پھر کہا۔

"میں پوچھ رہا ہوں مہر کہاں ہے؟" معظم نے دانت پیس کر کہا۔

"میرے پاس' دل کے قریب' سینے سے لگا کے۔" اس نے سرشار لہجے میں کہا۔

معظم مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنا غصہ ضبط کرنے لگا تھا۔ اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔

"یہ لو خود بات کر لو' آرام سے اور تسلی سے بات کرنا' جو دل چاہتا ہے پوچھو' مجھے پروا ہے۔ ہی ڈر' بس اپنی محبت پہ یقین ہے۔" حنان درانی نے معظم کو تاکید کرتے ہوئے فون مہر کو تھما دیا تھا۔

"مہر....!" معظم کی تمام تر بے قراریاں اور بے چینیاں آواز میں سمٹ آئی تھیں۔

"آئی ایم سوری معظم!" مہر نے شرمندہ سے انداز میں کہا۔

"مہر!"

"مجھے اس طرح مت پکارو معظم! اب تمہارا مجھ پہ کوئی حق نہیں رہا۔" مہر کی آواز ٹھہری ہوئی تھی۔

"مہر! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"ہاں معظم! کبھی نہ کبھی محبت جیت ہی جاتی ہے۔ یوں سمجھ لو حنان کی محبت بھی جیت گئی ہے اور میں.... میں ہار گئی ہوں.... معظم میں اس کے سامنے ہار گئی ہوں' میں محبت کے سامنے ہار گئی ہوں۔ تمہیں پتہ نہیں ہے معظم! محبت میں ہار جانا کیسا ہوتا ہے؟ اور اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا' ہم دونوں نے شادی کر لی ہے' تمہیں فون اس لیے کیا ہے کہ تم مجھے معاف کر دو' تمہیں تو اور لڑکیاں بھی مل جائیں گی لیکن مجھے حنان جیسا نہیں ملے گا' تم نے آج تک مجھ سے جتنی محبت کی ہے' حنان اس سے ہزار گنا زیادہ محبت ان چند دنوں میں مجھ پہ نچھاور کر چکا ہے' اتنی کہ میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور ہاں' میری امی اور بابا سے سوری بولنا اور کہنا کہ ہمارا طریقہ غلط تھا۔ ہمیں معاف کر دیں' میرے لیے دعا کرنا اور معاف کر دینا اللہ حافظ۔"

مہر نے فون بند کر دیا تھا اور معظم دم بخود سا کھڑا ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھتا رہا۔

"معظم! معظم! مہر نے کیا کہا؟" مقدم جاہ اس کا کندھا ہلا رہے تھے لیکن وہ پتھر بننے والا نہیں تھا۔

"بتاؤ ناں مہر نے کیا کہا ہے؟ کہاں ہے وہ؟ کیسی ہے؟"

مقدم جاہ بار بار پوچھ رہے تھے اور بالآخر وہ انہیں بتاتا چلا گیا۔ مقدم جاہ بھی سناٹے میں آگئے تھے۔

٭ ٭ ٭

"شادی کے لیے دیے جانے والے تمام آرڈرز کینسل کر دو۔" مقدم جاہ نے اپنے منیجر کو گھر بلایا ہوا تھا۔

"نہیں! شادی کے لیے دیا جانے والا کوئی آرڈر بھی کینسل نہیں ہو گا' شادی اسی تاریخ کو ہو گی۔" معظم کا فیصلہ اور انداز دونوں ہی اٹل تھے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" مقدم جاہ تعجب سے دیکھنے لگے۔

"ان تمام آرڈرز میں کہیں بھی نہیں لکھوایا گیا کہ دلہن مہر ذیشان ہی ہو گی؟ دلہن کوئی اور بھی تو ہو سکتی ہے؟" اس نے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے پوچھا تھا۔ وہ ہکا بکا اس کی صورت دیکھتے رہ گئے۔

"کوئی اور؟" ان کے آہستگی سے لب ہلے تھے۔

"جی! کوئی اور' کوئی ایسی لڑکی جو میری دلہن بن سکے اور جس کو بیوی بنا کر میں مہر کا نام بھی بھول جاؤں' کوئی مجھ سے مہر ذیشان کا پوچھے اور میں کہوں' کون مہر....؟"

معظم کا لہجہ زخم کی طرح رس رہا تھا لیکن تلخی' غصہ اور نفرت اس قدر تھے کہ مزید کچھ کہنا ہی فضول تھا۔ مقدم جاہ چپ ہو گئے۔

"منیجر صاحب اگر ہو سکے تو ان سارے آرڈرز میں ایک لڑکی کا آرڈر بھی لکھ لیں' آخر لڑکی نہیں ہو گی تو شادی کیسے ہو گی؟" اس نے خود اپنا مذاق اڑایا تھا' مقدم جاہ نے منیجر کو جانے کا اشارہ کیا اور خود اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"معظم! تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جی! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں' میں مقررہ تاریخ پہ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ چاہے کچھ بھی ہو۔"

"اور لڑکی؟"

"یہ کام آپ اور امی مل کر کریں' میرا انتخاب تو ... نکلا' اب آپ قسمت آزمائی کر لیں کہ کیا رزلٹ نکلتا ہے؟" وہ ان کو اجازت دے کر چلا گیا اور مقدم جاہ پُرسوچ نظروں سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

٭ ٭ ٭

"نہیں! میں معظم سے شادی نہیں کروں گی۔" مومو نے اس پرپوزل کو سنتے ہی انکار کر دیا تھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ معظم' مہر کا ہے' وہ مہر سے محبت کرتا ہے۔"

"کرتا تھا' اب نہیں کرتا۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اب نہیں کرتا؟"

"اس کے انداز اس کے تیور بتاتے ہیں۔"

"اور اس کے تیور یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ مجھ سے بھی محبت نہیں کرتا۔" مومو نے رو رو کر کہا تھا۔

"کرے گا بیٹا! تم سے ہی محبت کرے گا۔"

"پھر بھی میرا دل نہیں مانتا۔ میں پرایا گہنا نہیں پہن سکتی۔"

مومو مسلسل انکاری تھی لیکن وہ مسز ملکہ آفاق ہی کیا جو اپنی بات نہ منوا لیں.... وہ مومو کو راضی کر کے ہی اٹھی تھیں اور انہوں نے خوشی خوشی مقدم جاہ تک مومو کی رضامندی پہنچا دی تھی۔ وہ لوگ بھی سن کر بہت خوش ہوئے تھے لیکن جب معظم کو پتا چلا تو وہ گم صم سا ہو کے رہ گیا تھا۔

"مومو سے شادی؟" وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔

"کیوں؟ مومو اچھی نہیں ہے؟" مقدم جاہ اور نشاط بیگم بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔

"نن نہیں' اچھی ہے بہت اچھی ہے مگر میں.... میں کیسے ایڈجسٹ کر پاؤں گا؟ وہ میرے ساتھ خوش نہیں رہ سکے گی....."

"لیکن تم تو اس کے ساتھ خوش رہو گے ناں؟"

"مگر پاپا....."

"بس بیٹا! اب اور نہیں' ہم نے پہلے بھی ایک بار تم سے مومو کے لیے بات کی تھی لیکن اس وقت تم نے اپنی پسند کو ہماری پسند پہ ترجیح دی اور آج بھی وہی بات کر رہے ہیں' شاید ازل سے تمہارا اور مومو کا ہی ساتھ لکھا گیا تھا' مہر کا نصیب کوئی اور تھا۔" انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی....

"مہر کا نصیب....!" وہ چبا کے بولا۔ آواز دھیمی تھی اسے رہ رہ کر مہر اور حنان درانی کی باتیں یاد آئی تھیں اور خون کھول اٹھتا تھا۔

"بس بیٹا! بھول جاؤ اسے۔"

"بھول گیا ہوں پاپا! بھول کر ہی یہ قدم اٹھا رہا ہوں لیکن میں یہ نہیں بھول سکتا کہ مہر ذیشان زبان کی کچی تھی' جھوٹی تھی' ساتھ نبھانے کی قسمیں کھانے والی ساتھ نبھانے سے پہلے ہی ساتھ چھوڑ گئی میں اگر یہ بھی مان لوں کہ حنان درانی نے اسے اغوا کیا اور زبردستی نکاح کر لیا لیکن یہ کیسے مان لوں کہ جو کچھ اس نے اتنے آرام سے اتنے سکون سے کہا وہ بھی زبردستی تھا؟ وہ میری خاطر کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی تو مجھے فون کر کے سب کیوں بتایا؟ تاکہ میں اس کا انتظار نہ کروں' ہونہہ نہیں کروں گا انتظار' بھول جاؤں گا سب بھول جاؤں گا.... میں مومو سے ہی شادی کروں

گا آپ تیاری کریں۔"
معظم غصے اور نفرت سے کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ نشاط بیگم شوہر کو دیکھنے لگیں وہ سر تھام کے بیٹھے تھے۔

☼ ☼ ☼

ہم بھی شکستہ دل ہیں ' پریشان تم بھی ہو
اندر سے ریزہ ریزہ ' مری جان تم بھی ہو
مل جائیں ہم تو کیسا سہانا سفر کٹے!
گھائل ہیں ہم بھی ' سوختہ سامان تم بھی ہو

دلہن بنی موموول پہ بوجھ لیے بیٹھی اک لاشعوری سے انتظار میں تھی۔ وہ معظم جس کو وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر خدا سے مانگتی رہی لیکن وہ نہ ملا 'اور آج وہی معظم اسے بن مانگے مل گیا تھا۔ نہ ایڑیاں رگڑیں 'نہ دعائیں مانگا 'بس صبر کا سمجھ کے چھوڑ دیا 'لیکن اب صبر ہی اسے چھوڑ گئی تھی تو وہ موموکی جھولی میں آگرا تھا۔۔۔ جس پہ موموحیران بھی تھی 'پریشان بھی تھی اور شکستہ دل بھی۔۔۔

وہ ملا بھی تو کس حال میں؟
یہ نہیں تھا کہ اسے معظم سے محبت نہیں رہی تھی۔ 'بلکہ بات یہ تھی کہ اسے معظم کی طلب نہیں رہی تھی 'وہ اسے پانے کی خواہش کا دامن چھوڑ چکی تھی۔
اور اب یہ کھلنا یہ تھا کہ معظم جانے کیا کچھ چھوڑا تھا؟
طلب 'خواہش یا محبت؟ اور وہ اسی انتظار میں بیٹھی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں رات کا ایک بجا رہی تھیں۔ وہ گھنٹے ہو گئے تھے اسے اس بیڈ روم میں آئے اور اس کا انتظار کرتے ہوئے۔۔۔ لیکن وہ تھا کہ اپنے ہی بیڈ روم کا رستہ بھول گیا تھا۔
اس کا دل بھی انہی پھولوں کی طرح سرخ تھا لیکن وہ مہک دینے کے بجائے لو دینے لگا تھا۔ ہلکی ہلکی آنچ پہ رکھا دل تپ رہا تھا سینے میں جلن اور تپش ہونے لگی تھی انتظار کی گھڑی عذاب اور آزمائش کی گھڑی بن گئی۔ سلگتا اور پگھلتا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔
گھڑی کی سوئیاں تین تک پہنچ گئیں۔ رات قطرہ قطرہ بہہ رہی تھی۔ صبح اور رات کے درمیان بس اک اذان کا فرق رہ گیا تھا۔۔۔ وہ بیٹھے بیٹھے پتھر کی ہو گئی تھی۔
اذان ہوئی تو پتا چلا اس کا انتظار لا حاصل تھا۔ وہ اب بھی مہر سے ہی محبت کرتا ہے اور اس احساس اور اک نے اسے مزید سخت بنا دیا تھا 'وہ اپنا دل کسی بھاری پتھر کے نیچے دبا کے لاتعلق ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں جب اس نے اپنے بیڈ روم میں جانے کا قصد کیا۔۔۔ لوہ لان کی سیڑھیوں سے اٹھ کر اندر آ گیا تھا۔۔۔ سب ہی گہری نیند سو رہے تھے اور اس سے پہلے کہ کوئی نماز کے لیے اٹھتا وہ اپنے بیڈ روم میں چلے جانا چاہتا تھا 'حالانکہ اس کا اپنے بیڈ روم میں جانے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا 'مگر کبھی نہ کبھی تو جانا ہی تھا؟ وہ آہستگی سے بنا کوئی آہٹ پیدا کیے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا کہ موموکی نیند خراب نہ ہو لیکن۔۔۔ بیڈ روم میں روشنیوں کی چکا چوند اور بیڈ کے وسط میں بیٹھی موموکو دیکھ کر وہ بری طرح چکرا گیا تھا 'اس کا تو خیال تھا کہ مومو نے تھوڑی دیر اس کا انتظار کیا ہو گا اور سو گئی ہو گی لیکن وہ یوں ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی ہو گی اسے اندازہ نہیں تھا۔
"مومو۔۔۔؟" وہ زیر لب بڑبڑایا۔ اسے ندامت اور پچھتاوے نے آگھیرا تھا اس کے قدموں میں شکستگی اتر آئی تھی۔ وہ بمشکل بیڈ تک پہنچا اور موموکے قریب ہی سر جھکا کر بیٹھ گیا۔
"آئی ایم سوری مومو!" معظم کی آواز بھاری ہو رہی تھی اور موموکی آنکھیں سرخ۔۔۔
"میری فیلنگز ہی کچھ ایسی تھیں کہ میں تمہارے سامنے آکر تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا 'میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تمہارا تعلق خود بخود بنے اس میں زبردستی کا اور مروت کا کوئی عمل دخل نہ ہو کیونکہ دل سے دل کا رشتہ ہمیشہ خود بخود ہی بنتا ہے۔"
وہ سر جھکائے آہستگی سے کہتا موموکی طرف گردن موڑ کر بیٹھ گیا۔
"کتنا یاد کر کے آئے ہو اسے؟" اس پتھر کی آواز بھی پتھر تھی۔ اس کے سوال پہ معظم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
"ایک رات تو کم ہو گی اس کی یاد کے لیے؟ آئندہ کتنی راتیں لو گے؟" موموکا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی تیکھا اور تلخ ہو گیا تھا۔ شاید رقابت کا زہر رگوں میں پھیلنے لگا تھا۔ اور معظم کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔
"میں اسے یاد نہیں کر رہا تھا۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔
"لیکن میں اسے ہی یاد کر رہی تھی۔"
"مومو پلیز بس کرو 'میں پہلے ہی بہت ہارا ہوا ہوں مجھے اور مت مارو 'میرے زخم ابھی بھرے نہیں 'پلیز میرے زخموں کو بھرنے دو۔" معظم بے اختیار ہو کر موموکی گود میں چہرا چھپا کر رو پڑا تھا۔ اور مومو ساکت بیٹھی دیکھتی رہ گئی۔
اسے ادراک ہو چکا تھا کہ وہ مہر کا ہے اور اس کا ہی رہے گا۔۔۔!
"معظم۔۔۔" اس نے معظم کے بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے آہستگی سے پکارا۔ "پلیز بس کرو 'میں تمہاری فیلنگز سمجھ چکی ہوں 'تمہیں میری طرف سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"
وہ اس کے بالوں کو سہلاتی اسے تسلیاں دے رہی تھی اور اس کی انہی تسلیوں کے باعث چند لمحوں بعد وہ نیند کی وادی میں اتر گیا تھا۔ اس کے آنسو موموکی گود میں جذب ہو گئے وہ اس کا سر تکیے پہ رکھ کے خود بیڈ سے اٹھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

بیڈ روم میں کھڑپڑ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور انہی آوازوں کی وجہ سے اس کی نیند ٹوٹ گئی۔ اس نے تکیے سے سر اٹھا کر دیکھا مومو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تھی اور بے وجہ ہی پرفیومز کو اٹھا اٹھا کر چیک کر رہی تھی۔۔۔ پھر ہیر برش اٹھا کر اپنے بالوں میں پھیرنے لگی اور چند سیکنڈ کے بعد ہیر برش بھی ڈریسنگ ٹیبل پہ ڈال دیا تھا۔
معظم اسے دیکھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا اسے گزشتہ رات اور فجر کے وقت ہونے والی بات چیت یاد آگئی اور ساتھ میں شرمندگی کا احساس بھی۔
آخر اس سارے قصے میں مومو کا کیا قصور تھا؟ معظم نے دل سے پوچھا تو قصور اپنا ہی نکلا۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہو گیا۔
"تم نے ناشتا نہیں کیا ابھی؟" وہ اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔
"دلہن ہوں 'بیڈ روم میں بیٹھ کر فارملٹی نبھا رہی ہوں 'باہر جا کر ناشتا کیسے کرتی؟" اس نے کندھے اچکا کر کہا۔
"میں شاور لے لوں 'پھر اکٹھے ناشتا کرتے ہیں۔"
وہ پلٹ کر واش روم میں چلا گیا اور دس منٹ بعد شاور لے کر واپس بھی آ گیا۔ سب لوگ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔
حالانکہ پہلے بھی وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کئی بار ناشتا کر چکی تھی کئی بار کھانا کھا چکی تھی تب اپنائیت کا احساس ہوتا تھا اپنا پن لگتا تھا لیکن آج اتنا مضبوط رشتہ ہونے کے باوجود بھی اجنبیت کا احساس ہو رہا تھا۔ اپنا آپ مس فٹ لگ رہا تھا۔
"پراٹھا لو گی یا سلائس؟" نشاط بیگم ناشتا سرو کرتے ہوئے بولیں۔
"چائے۔" اس نے مختصر کہا۔
"ارے نہیں بیٹا! صرف چائے کیوں؟ یہ پراٹھا اور آملیٹ لے لو 'یا پھر سلائس اور جوس لے لو۔" وہ ساری چیزیں اس کے سامنے اٹھا اٹھا کر رکھ رہی تھیں۔
"نہیں بھوک نہیں ہے۔" اس نے انکار کر دیا۔
"تو پھر چائے کے ساتھ یہ بوائل انڈے لے لو 'رات سے کچھ نہیں کھایا تم نے۔"
وہ اصرار کر رہی تھیں 'سو مجبوراً" مومو نے جیم اور سلائس لیے اور چائے پی کر کھڑی ہو گئی تھی۔ معظم

نے بھی صرف چائے ہی لی تھی اور ان کے ناشتے سے ہی ان کے رویے کا پتہ چل گیا تھا۔ نشاط بیگم ' مقدم جاہ کو دیکھتی رہ گئیں وہ نظر چرا گئے تھے۔

✡ ✡ ✡

شام کو ولیمہ میں میراں بیگم ' ذیشان احمد اور حمزہ بھی آئے ہوئے تھے میراں بیگم موموکو دیکھ کر دل سے دعائیں دے رہی تھیں اور بے بی پنک کلر کے انتہائی قیمتی اور کامدار لہنگے میں دلہن بنی سجی سنوری موموگڑیا لگ رہی تھی اور اپنے قریب بیٹھی میراں بیگم کو دیکھ رہی تھی ' وہ کتنی سادگی ' کتنی محبت اور چاہ سے دعائیں دے رہی تھیں ' حالانکہ جس جگہ مومو بیٹھی تھی وہ جگہ ان کی بیٹی مہر کی تھی۔

"آپ مہر کو مس کر رہی ہیں نا؟" مومو نے ان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہ بیٹا! یہ وقت اسے مس کرنے کا نہیں ہے ' تمہاری خوشیوں میں خوش ہونے کا ہے ' اللہ تمہیں سدا سہاگن رکھے اور اللہ تمہاری جوڑی سلامت رکھے ... ہمیشہ خوش رہو۔" انہوں نے مومو کی پیشانی چوم لی۔

"کیا ہوا ہے بھئی؟ اتنی محبتیں کیوں نچھاور ہو رہی ہیں؟" مسز ملکہ اسٹیج پہ آتے ہوئے بولیں ان کی نظریں کب سے مومو اور میراں بیگم پہ ہی تھیں۔

"اپنی بیٹی کو پیار کرنے کے لیے بھی کسی وجہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے؟" میراں بیگم نے ملکہ کو دیکھا۔

"بیٹی کو پیار؟"

"ارے مومو میری بیٹی ہی تو ہے۔" میراں بیگم نے خفگی سے کہا۔

"ہاں ہاں ' کیوں نہیں۔" ملکہ آفاق مسکرائیں۔

"تمہیں یاد ہے ملکہ! جب مومو پیدا ہوئی تھی تو اس کا نام رکھنے میں کتنا مسئلہ ہوا تھا؟ آفاق بھائی کی ضد تھی کہ وہ بیٹی کا نام عین سے رکھیں گے اور تمہاری ضد تھی کہ تم بیٹی کا نام میم سے رکھو گی کیونکہ ہم تینوں بہن بھائی نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے پہلے پہلے بچوں کا نام "میم" سے ہی رکھیں گے جیسے ' میراں ' ملکہ اور مقدم ویسے ہی "مہر ' مومو اور معظم"

میراں بیگم وہ وقت یاد کر کے مسکرائی تھیں لیکن مسز ملکہ آفاق کے لب بھینچ گئے تھے وہ گزرا وقت یاد کرتیں تو بہت کچھ یاد آتا تھا۔

"مہر کا پھر کوئی فون آیا؟" انہوں نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہونہہ! اب بد نصیب نے کیوں فون کرنا ہے؟ جو ہو گیا سو ہو گیا ' وہ ہمارے لیے مر گئی ' ہم اس کے لیے مر گئے۔"

"پلیز خالہ! ایسا مت کہیں ' دعا کریں وہ جہاں بھی رہے خوش رہے۔" مومو نے بے ساختہ کہتے ہوئے انہیں ٹوک دیا تھا۔ مہر بے شک معظم اور اس کے بیچ ایک دیوار تھی لیکن مومو نے کبھی بھی اس دیوار کو گرانے کا نہیں سوچا تھا ... مہر سے اسے ایسی ہی محبت تھی جیسی کسی بہن سے۔

"آمین ...!" میراں بیگم کہتی ہوئی اٹھ گئیں۔ آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے تھے۔

"یہ کیا تم منہ لٹکا کے بیٹھی ہوئی ہو؟ کوئی خوشی نظر نہیں آ رہی؟" ملکہ آفاق بیٹی کے پاس بیٹھ کر اسے دبے لفظوں میں ڈانٹنے لگی تھیں۔

"تو اور کیا کروں ماما؟"

"خوش رہو ' تمہاری خوشی تمہارے چہرے سے نظر آنی چاہیے ' میں تمہاری چپ اور اداس صورت نہیں دیکھ سکتی ... یہ سب تمہاری خوشی کے لیے کیا ہے۔" وہ اسے جھڑک رہی تھیں اور مومو چپ چاپ سنتی رہی۔

"ملکہ آنٹی آپ کے کچھ جاننے والے آپ کو یاد کر رہے ہیں۔" معظم نے قریب آتے ہوئے اطلاع دی اور وہ چونک کر اٹھ گئیں۔

"تم اس کے شوہر ہو اب ' اسے کہو کہ خوش رہے بیٹا"

وہ جاتے جاتے معظم کو جتا گئیں اور معظم ٹھٹک کر مومو کی طرف متوجہ ہوا کہیں مومو نے رات کا قصہ تو



نہیں بتا دیا انہیں؟ لیکن مومو کا چہرا اتنا سپاٹ تھا کہ وہ کوئی بھی نتیجہ اخذ نہ کر سکا البتہ واپسی پہ ڈرائیو کر کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم نے ملکہ آنٹی سے کچھ کہا ہے؟" وہ ڈرائیونگ کے دوران پوچھ رہا تھا گاڑی کے اندر مکمل خاموشی تھی اور اس خاموشی کا تسلسل اس نے خود توڑا تھا۔

"کچھ مطلب؟" مومو کی نظریں سامنے ونڈ اسکرین پہ تھیں لیکن انداز وہی سرد و سپاٹ سا ...!

"مطلب کہ رات کے بارے میں کچھ کہا ہو تم نے؟"

"رات میں ایسا کیا تھا جو میں ان کو بتاتی؟" مومو کا انداز عجیب تھا۔

"تھینک یو مومو! مجھے چند دن سنبھلنے کے لیے اسی طرح تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔" معظم نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے دبایا تھا اور مومو سیٹ کی بیک سے پشت ٹکاتے ہوئے پلکیں موند گئی۔

معظم اسے اپنے ساتھ لیے بیڈ روم میں آ گیا رات کے ایک بجے کا ٹائم ہو رہا تھا مومو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ رکی اور اپنا سجا سنورا روپ دیکھا۔

"آج پھر بھائی آپ کو دیکھ کر چاروں شانے چت گر یں گے۔" اریبہ نے اسے پارلر میں تیار ہوتے دیکھ کر معظم کے حوالے سے چھیڑا تھا۔ مومو چپ ہو گئی تھی وہ اسے کیا بتاتی کہ ہاں تمہارا بھائی واقعی چاروں شانے چت گر چکا ہے اور اب اٹھنے کی ہمت بھی نہیں ہے ... لیکن اس وقت اپنا آپ دیکھ کر اریبہ کی بات یاد آئی تو اسے اپنے آپ پہ ہنسی آئی تھی۔ کیا وہ بھی کوئی لڑکی تھی جس کو اس کے شوہر نے نظر بھر کے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ اک نگاہ غلط بھی نہ ڈالی تھی۔ اس کو دیکھ کر ایک بار بھی اس کے قدم ٹھٹکے نہیں تھے ' وہ اسے دیکھ کر مبہوت نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اسے دیکھ کر اس کے چہرے پہ کوئی خوشی جاگی تھی ...

"کیا دیکھ رہی ہو؟" معظم وارڈ روب سے کپڑے نکال کر پلٹا تو اسے یک ٹک آئینے کے سامنے کھڑے دیکھ کر ٹھہر گیا ...

"کچھ نہیں ...." اس نے چونک کر نفی میں گردن ہلائی۔

"لیکن نظر تو بہت کچھ آ رہا ہے۔" معظم کی نظریں بھی آئینے میں نظر آتے اس کے عکس پہ ہی تھیں۔

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ بہت کچھ نظر آ رہا ہے؟" مومو کا انداز تمسخرانہ سا تھا۔

"جس نظر سے میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ سکتیں۔" معظم نے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی سمت موڑ لیا تھا اور اس کی نظر میں نجانے ایسا کیا تھا کہ مومو نظر اٹھا کر دیکھ نہ سکی ...

"تم کل کی طرح آج بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہو ' ویری بیوٹی فل۔" معظم نے شوہرانہ مزاج اور موڈ میں کہا تھا۔ مومو نے چونک کر دیکھا اور معظم نے جھک کر اس کی خوب صورتی کو اک انمول سا خراج پیش کیا تھا اور مومو کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس کے گرم لودیتے ہونٹوں کا لمس اس کی گردن ثبت ہو کے رہ گیا تھا اور وہ مومو کے رخسار تھپک کے پیچھے ہٹ گیا۔

"رات بہت ہو گئی ہے چینج کر کے سو جاؤ۔" وہ اسے کہہ کر خود چینج کرنے چلا گیا تھا لیکن مومو اس کے ایسے لمس سے ہی نیم جان ہو گئی تھی ' دل تھا کہ پنجرہ توڑ دینے کے درپے تھا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالتی بمشکل چینج کر کے بیڈ تک آئی تھی لیکن اتنے میں معظم اوندھے منہ لیٹا سو چکا تھا۔ اس کے برابر بیڈ پہ لیٹنے کی اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ کل کی رات تو تنہا گزر گئی تھی لیکن آج ...! بڑی ہمت کر کے وہ سٹ کے اس کے برابر لیٹی تھی اور اس کا ہاتھ اپنی گردن کو چھو رہا تھا۔

✡ ✡ ✡

"ہنی مون پہ جاؤ گے تم لوگ؟" مسز ملکہ آفاق نے ان دونوں سے مسکرا کے پوچھا آج وہ دونوں ان کی طرف آئے ہوئے تھے۔

"ابھی تو کوئی ارادہ نہیں ہے ..." معظم نے اک

نظر موموکو دیکھ کر نفی میں سرہلایا۔

"کوئی بات نہیں' ارادہ بنتے کون سا دیر لگتی ہے۔ یہاں بیٹھے بیٹھے ہی ارادہ بنالو اور اس کے لیے میری طرف سے آپ کے لیے گفٹ بھی ہو گا۔"

"گفٹ؟" مومو نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں تم لوگوں کا ہنی مون میری طرف سے ہو گا۔ چاہے تم لوگ سوئزرلینڈ جاؤ چاہے مال دیپ' میں ٹکٹس کنفرم کروا لیتی ہوں' تم لوگ تیاری کر لو۔" انہوں نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں مام! میرا کہیں جانے کا بھی موڈ نہیں ہے۔ آپ یہ پروگرام یہیں کینسل کر دیں۔" اس سے پہلے کہ معظم انکار کرتا مومو نے خود منع کر دیا تھا۔

"کیوں موڈ کیوں نہیں ہے؟ معظم کا موڈ تو ہو گا جانے کے لیے؟" انہوں نے معظم کی طرف رخ موڑا۔

"اگر موموکا موڈ نہیں ہے تو میرا بھی موڈ نہیں ہے' یہ پروگرام پھر کبھی پہ اٹھا رکھتے ہیں۔ اینی وے آنٹی! آپ سے پھر ملاقات ہو گی' میں پاپا کے پاس ذرا آفس تک جا رہا ہوں' میری امانت آپ کے حوالے۔" وہ اسے دیکھ کر چلا گیا اور مومومزید چپ ہو کے بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے مومو؟ میں تمہارے چہرے پہ جو خوشی دیکھنا چاہتی ہوں مجھے وہ مل ہی نہیں رہی؟" ملکہ آفاق اس کے قریب آکر بیٹھ گئیں۔

"مام! میں خوش تو ہوں؟"

"کیا نئی نویلی دلہنیں اس طرح خوش ہوتی ہیں؟ ان کی تو شرماہٹ اور گھبراہٹ ہی ختم نہیں ہوتی' ان کے چہرے پہ تو گلابیاں بکھری رہتی ہیں۔" ان کا دل پریشان ہو رہا تھا۔

"کیا معظم کی طرف سے کوئی پرابلم ہے؟"

"نہیں مام! کوئی پرابلم نہیں ہے' وہ بہت اچھا ہے' ایک سمجھ دار اور ذمہ دار شوہر ہے' بہت کیئرنگ ہے۔" اس نے سچائی سے کہا۔

"ایک ہفتہ ہو گیا ہے تمہاری شادی کو لیکن ——" وہ کہتے کہتے چپ ہو گئیں۔

"ڈونٹ وری مام! سب ٹھیک ہے۔ بس آپ کا وہم ہے' میں کچھ دیر کے لیے اپنے بیڈ روم میں جا رہی ہوں معظم آجائے تو بتا دیجیے گا۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور ملکہ آفاق وہیں بیٹھی اسے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دیکھتی رہیں۔

☆ ☆ ☆

وہ کتنی دیر سے سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سر درد کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تھی' بیڈ کی دوسری سائیڈ پہ لیٹا معظم اس کی بے چینی محسوس کر چکا تھا۔

"کیا بات ہے تمہیں نیند نہیں آرہی؟" اس نے موموکی طرف کروٹ بدلی۔

"سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"ٹیبلٹ لے لو۔" معظم نے کہنی کے بل اونچا ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ٹیبلٹ نہیں ہیں۔" وہ اپنی کنپٹیوں کو مسل رہی تھی۔

"لاؤ میں سر دبا دیتا ہوں۔" معظم نے اس کے سر کی سمت ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے۔" مومو ذرا پیچھے ہو گئی تھی۔

"کیوں؟" اس نے حیرت سے دیکھا۔

"ٹھیک ہو جائے گا۔"

"بغیر کسی علاج کے؟" اس نے موموکو کلائی سے پکڑ کر اپنی سمت کھینچا —— اور موموکی جان کھینچ گئی۔

"وہ —— وہ ٹیبلٹ تو ہیں لیکن لانے والا کوئی نہیں ہے۔"

"کہاں ہیں ٹیبلٹ؟" معظم اس کی کمر میں بازو حمائل کرتے ہوئے بولا اس کا لہجہ بدل رہا تھا اور موموکی دھڑکنیں سہم رہی تھیں۔

"وہ —— وہ میرے —— میرے بیڈ روم میں ...!" اس نے بے ربط سے انداز میں کہا۔

"تمہارے گھر میں؟"

"ہوں۔"



"لے آؤں؟" وہ اجازت لے رہا تھا۔

"پھر ٹھیک ہو جاؤ گی؟" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"کیا پتہ؟"

"پتا ہونا چاہیے ناں' میں رات کے اس وقت اتنی مشکل سے تمہارے گھر ٹیبلٹ لینے جاؤں اور تم پھر بھی ٹھیک نہ ہوئیں تو مجھے کیا فائدہ ہو گا؟" وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

مومو نظر چرا رہی تھی —— وہ اک گستاخی کا ارتکاب کرتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا۔

"کہاں رکھی ہیں؟" وہ سلیپر پہن کر دروازے کی سمت بڑھتے ہوئے ٹھہر گیا۔

"بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ہوں گی یا پھر الماری میں' جہاں میرے بیگز رکھے ہوئے ہیں۔" اس نے جگہ بتائی اور معظم باہر نکل آیا' باقی سب بھی سو رہے تھے وہ آہستگی سے چلتا باہر آگیا —— چوکیدار اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"صاحب خیریت؟"

"ہوں خیریت ہی ہے ملکہ آنٹی کے گھر تک جا رہا ہوں تم گیٹ بند نہیں کرنا۔ میں بس آرہا ہوں پانچ منٹ میں۔"

اس نے ہدایت کی اور ملکہ آفاق کے گھر آگیا۔ ان کے چوکیدار نے بھی معظم سے یہی سوال کیا تھا وہ اسے بھی تسلی دے کر اندر موموکے بیڈ روم میں آگیا۔ اس نے دونوں سائیڈ ٹیبل دیکھ لیے لیکن ٹیبلٹ کہیں نہیں تھے بالآخر اس نے الماری کا رخ کیا اور ذرا سی دیر میں اسے ٹیبلٹ تو مل گئیں لیکن ساتھ میں اور بھی بہت کچھ ملا تھا۔ سامنے ایک چھوٹا سا ٹیڈی بیئر رکھا تھا آف وائٹ کلر کے ٹیڈی بیئر نے سرخ رنگ کا دل ہاتھوں میں تھام رکھا تھا اور اس دل پہ "ڈبل ایم" لکھا ہوا تھا' معظم نے ڈبل ایم کو حیرت سے دیکھا اور پھر کئی چیزیں دیکھتا چلا گیا۔

"آئی لو یو معظم!" ایک نوٹ بک پہ جلی حروف لکھا ہوا تھا۔

"آئی مس یو معظم!"

"موموصرف تمہاری ہے۔"

"کب آؤ گے؟" اس کی ہر ڈائری' ہر نوٹ بک اور ہر کتاب پہ معظم کا نام لکھا ہوا تھا اور اس لکھنے میں ایسی دیوانگی اور ایسی شدت تھی کہ معظم ششدر سا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہ گیا۔ یہ سب اس وقت کی تحریریں تھیں جب وہ انگلینڈ میں تھا۔

"کون چاہے گا تمہیں میری طرح؟" یہ عبارت ایک ڈائری کے ٹائٹل پہ لکھی تھی۔

"موموکس سے محبت کرتی ہے یہ جاننے کی میں نے آج تک کوشش ہی نہ کی؟ میں یہ بھی بھول گیا کہ اکثر رتجگوں سے اس کی آنکھیں گلابی کیوں رہتی ہیں؟ وجہ کون ہے؟ محور کون ہے؟ کیا میری عقل پہ پردہ پڑ گیا تھا؟ وہ بھی میرے برابر جلی اور مجھے پتہ ہی نہ چلا؟"

معظم کے تو جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والا معاملہ تھا —— وہ تینوں ایک ہی تکون میں چکراتے رہے اور اک دوسرے سے چھپاتے رہے' سب کو اپنے ہی غم نے چاٹ ڈالا تھا کوئی کسی دوسرے کے درد کو سمجھ ہی نہ سکا!

وہ اس انکشاف پہ سنبھل ہی نہ پا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کیا بات ہے بیٹا! تم ٹھیک تو ہو؟" آفس میں مقدم جاہ اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ٹھٹک گئے تھے۔

"جی ٹھیک ہوں' آپ یہ فائلز چیک کر لیں' منیجر صاحب آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے۔" اس نے ٹیبل پہ رکھی فائلز کی سمت اشارہ کیا اور وہاں سے نکل کر اپنے کیبن میں آگیا۔

"تم آج گھر چلے جاؤ۔" تھوڑی دیر بعد مقدم جاہ اس کے پیچھے ہی اس کے روم میں آگئے۔

"تھوڑی دیر تک چلا جاؤں گا بس یہ ضروری کام نپٹا لوں۔" وہ انہیں تسلی دے رہا تھا اور مجبوراً مقدم جاہ کو واپس جانا پڑا اور معظم پورا دن یونہی کام میں لگا رہا۔ واپسی پہ شام کے سات بج گئے تھے —— واپس گھر آیا تو

پہلا سامنا موموسے ہی ہوا تھا۔

"السلام علیکم۔۔۔!" مومو نے بے ساختہ سلام کیا۔

وہ سرہلا کر اندر چلا گیا تھا اور مومو اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔ اسے اس کے موڈ پہ حیرت ہوئی تھی۔

پھر وہ کھانے کے وقت بھی بیڈ روم سے باہر نہ آیا۔ تو نشاط بیگم نے مومو کو بلانے کے لیے بھیجا لیکن وہ سو رہا تھا' ساری رات اس نے آنکھوں میں گزار دی تھی۔ مومو تو اس کا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی لیکن وہ نہیں سویا تھا شاید اسی لیے طبیعت میں بوجھل پن محسوس ہو رہا تھا اور بیڈ پہ لیٹتے ہی سو گیا تھا۔ مومو اسے دیکھ کر واپس پلٹ آئی۔

"وہ سو رہا ہے۔" اس نے آہستگی سے بتایا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں' وہ آفس میں بھی کچھ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا' شاید اس کی نیند پوری نہیں ہوئی۔" مقدم جاہ نے سر ہلایا۔

"پھر وہ بھی ٹھیک سے کھانا نہیں کھا سکی تھی اور چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر بہت جلد بیڈ روم میں آ گئی تھی۔۔۔۔ مگر آتے میں وہ بیدار ہو چکا تھا۔

"آپ اٹھ گئے؟" مومو کو تسلی ہوئی کہ وہ ٹھیک ہے۔

"کیوں خیریت؟"

"میں کھانے کے لیے آپ کو بلانے آئی تھی مگر آپ سو رہے تھے۔۔۔"

"میں اس وقت بھی جاگ رہا تھا۔"

"اچھا! تو پھر آپ اٹھے کیوں نہیں؟"

"میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم مجھے جگاتی ہو یا نہیں؟ لیکن یار! تم تو اتنی صابر ہو کہ راستے سے ہی پلٹ جاتی ہو نیند سے جگانے کی کوشش ہی نہیں کرتیں چاہے بندہ ہمیشہ کی نیند سو جائے۔" معظم عجیب سے لہجے میں بول رہا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" مومو کے دل کو کچھ ہوا۔

"ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔" معظم نے اپنے پہلو میں اشارہ کیا۔ وہ بیڈ سے ٹیک لگائے نیم دراز بیٹھا تھا۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

"ادھر آؤ یار! اپنی خوبیوں سے مجھے بھی کچھ فیض یاب ہونے دو۔" اس نے اصرار کیا۔

"میری خوبیاں؟" اسے حیرانی ہوئی۔

"ادھر آؤ گی تو بتاؤں گا ناں؟" وہ جھنجلا کے بولا اور مومو مجبوراً بیڈ پہ اس کے پہلو میں آ بیٹھی۔۔۔۔

"یہاں دل پہ ہاتھ رکھو اور اس دل کو اپنا پابند کر لو' اپنا قیدی بنا لو' نادان ہے اشاروں کی باتیں اور دلوں کی باتیں نہیں سمجھتا' اگر سمجھتا تو تمہیں یوں نظر انداز نہ کرتا۔"

اس نے مومو کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پہ رکھ لیا تھا لیکن مومو کو تو جیسے کرنٹ چھو گیا تھا اس کے ہاتھ اور جسم آگ کی طرح تپ رہے تھے۔

"آپ کو بخار ہے؟"

"نہیں یار! یہ میرے اندر کی جلن ہے۔"

"آپ ٹھیک نہیں ہیں معظم!"

"میں ٹھیک ہو چکا ہوں مومو!" اس نے مومو کا ہاتھ لبوں پہ رکھ لیا۔

"آج کے بعد معظم جاہ کی ذات تمہارے نام' آج کے بعد میرے دل سے مہر کا خیال بھی نہیں گزرے گا اگر ایسا ہوا تو سمجھ لینا تمہاری محبتوں میں کوئی کمی رہ گئی تھی اور میں تمہارے معاملے میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا نہ چاہتوں میں نہ راحتوں میں۔" معظم نے اسے یقین دلایا۔

"یعنی محبت کا محبت سے مقابلہ کر رہے ہو؟" مومو نے چونک کر کہا۔

"شاید۔۔۔۔"

"ہار جیت کا پتہ کیسے چلے گا؟"

"اگر تمہارا ہاتھ ہمیشہ اسی طرح میرے ہاتھ میں رہا تو جیت تمہاری اور اگر چھوٹ گیا تو سمجھ لینا کہ مہر میرے دل سے نہیں نکل سکی' وہ جیت گئی۔" اس نے کہتے ہوئے مومو کا ہاتھ چوم لیا۔

"چلو یہ بازی بھی منظور ہے۔" مومو نے مان لیا۔

"لیکن موموا! اتنا سوچ لینا کہ میں تمہارا بن کے رہنا چاہتا ہوں۔" معظم نے کہتے ہوئے اسے بانہوں میں بھینچ لیا تھا۔

"آئی لو یو معظم۔۔۔ آئی لو یو سو مچ۔" وہ اس کے سینے میں منہ چھپائے رو پڑی تھی اور معظم کے تپتے جسم پہ اس کے آنسوؤں کی اوس گرنے لگی تھی۔ اس کے اندر کی تپش کم ہو رہی تھی۔

موموا نے اپنا آپ تمام تر رضا مندی اور اظہار سمیت اسے سونپ دیا تھا اور معظم نے اسے سچے صاف دل سے قبول کیا تھا۔

✲ ✲ ✲

وصال یار کے بعد آئینہ تو دیکھ اے دوست!
تیرے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کے اپنے ہاتھوں پہ نیل پالش لگا رہی تھی جب وہ ہلکے سے شعر گنگنایا تھا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔۔۔" اس نے اور ہی معنی میں تعریف کی تھی۔ اس کا چہرہ جھک گیا تھا۔۔۔ "سجی سنوری بیوی بہت اٹریکٹ کرتی ہے' اسی طرح رہا کرو" وہ اسے ستائشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ نیل پالش خشک کرنے کے لیے ناخنوں پہ پھونکیں مارتی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔

"لاؤ میں خشک کرتا ہوں۔" معظم اس کے ہاتھ تھام کے خود پھونکیں مارنے لگا۔

"دیکھ لو اتنی محنت کر رہا ہوں' انعام تو ملنا چاہیے نا؟" اس نے موموا کو جن نظروں سے دیکھا وہ بدک گئی۔

"پلیز' پلیز' معظم! میری نیل پالش گیلی ہے۔" وہ چیخی۔

"کروں گا ٹھیک' بلکہ نئی لگا لینا۔" اس کے تیور خطرناک تھے۔

"ایک بات کہوں آپ سے؟" موموا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہوں! کہو کیا بات ہے؟" وہ ٹھٹک کر رک گیا تھا اور جیسے ہی اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی موموا پھر سے اڑ گئی تھی۔

معظم ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ کھلکھلاتی ہوئی یکدم باہر نکل گئی تھی۔ معظم اس کی چالاکی پہ ہنستا اس کے پیچھے لپکا۔

"ارے بھئی سنبھل کے۔۔۔" موموا نشاط بیگم سے جا ٹکرائی تھی۔

"سوری آنٹی! وہ معظم۔۔۔" اس نے پیچھے دیکھا معظم ماں کو دیکھ کر ٹھہر گیا تھا۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔" ریڈ کلر کے ڈریس میں وہ واقعی بج رہی تھی۔

"تھینک یو۔" موموا کی شرم کے مارے نظر جھک گئی تھی۔

"کہیں جا رہے ہو تم لوگ؟" انہوں نے تیاری دیکھ کر پوچھا۔

"جی آج بڑی مدت بعد شاپنگ کا موڈ ہوا ہے' میں نے کبھی موموا کو اپنی جیب سے شاپنگ نہیں کروائی۔"

"اچھی بات ہے بیٹا! ضرور جاؤ' خوش رہو۔" انہوں نے دل ہی دل میں نظر اتارتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں گاڑی لے کر نکل گئے تھے۔ آج سب کچھ معظم کی مرضی کے مطابق تھا۔۔۔!

✲ ✲ ✲

معظم اور وہ سب کے درمیان بیٹھے تھے۔ ماموں نے انہیں بلایا تھا۔

"بیٹا! ہماری شروع سے خواہش تھی کہ پہلے بیٹے کی شادی ہو جائے اور بہو کو گھر لے آئیں پھر بیٹیوں کی باری آئے گی۔"

"جی کہیے کیا بات ہے؟" معظم کافی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ دراصل کل شیرازی صاحب کی مسز اریبہ کے لیے ہمارے گھر آنا چاہتی ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ان کی کال آئی تھی میں نے سوچا پہلے تم دونوں سے مشورہ کر لیا جائے پھر ہامی بھریں گے۔" مقدم جاہ نے ان دونوں کو دیکھا۔

"ابھی ہامی بھرنے کی کیا ضرورت ہے ابھی آپ ان کی پوری فیملی کو انوائیٹ کریں پھر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے؟"

"کیا مطلب بیٹا؟"

"میرا مطلب ہے کہ کل ہم لوگ آپس میں ملیں گے تو بہت سی چیزوں کا پتہ چلے گا۔ آپ لڑکے کو بھی انوائٹ کریں۔ صرف شیرازی صاحب کی مسز کے آجانے سے تو کام نہیں بنے گا ناں؟" وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

مقدم جاہ کو اس کی بات پسند آئی تھی۔ انہوں نے فون کر کے ساری فیملی کو انوائٹ کر لیا تھا۔

"میں جاؤں اب؟" موموا کھڑی ہو گئی۔

"ہوں جاؤ' تمہارے پیٹ میں اب کیا چوہے دوڑ رہے ہیں' ہم جانتے ہیں۔" مقدم جاہ کو پتہ تھا کہ وہ اریبہ اور امامہ وغیرہ کو کوئی نیوز دینا چاہتی ہے اور معظم مسکرا دیا تھا۔

✲ ✲ ✲

شیرازی صاحب کی فیملی اور لڑکا سب ہی کو پسند آیا تھا اور اریبہ کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو اریبہ پسند آئی تھی' یوں دونوں گھروں میں بڑے زور و شور سے شادیوں کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ مقدم جاہ نے ملکہ آفاق اور میراں بیگم کو بھی ساری بات بتا کر مشورہ مانگا تھا' وہ دونوں بہنیں بھی بھتیجی کے نیک نصیب پہ بہت خوش ہوئی تھیں۔ دو ماہ گزرنے کا پتا ہی نہ چلا اور شادی کے دن قریب آگئے!

وہ مہندی کی سجی سجائی پلیٹوں میں موم بتیاں لگا رہی تھی اور مہندی کی خوشبو سے اس کا دماغ عجیب بوجھل سا ہو رہا تھا' بالآخر وہ رہ نہ سکی تو باتھ روم کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔ معظم اندر کمرے میں آیا تو باتھ روم سے موموا کی ابکائیاں کرنے کی آواز سن کر ٹھٹک گیا تھا۔ کافی دیر بعد وہ باتھ روم سے برآمد ہوئی تھی۔

"ابھی تھوڑا ریسٹ کر لو' مہندی کے فنکشن میں کافی ٹائم ہے۔" معظم نے اسے بیڈ پہ بٹھانا چاہا۔

"نہیں میں اب ٹھیک ہوں' نیچے جا کر چائے لیتی ہوں۔" اس نے سر جھٹک کر اپنے آپ کو فریش ظاہر کیا اور پھر اس کے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی مگر وہ زیادہ دیر اپنے قدموں پہ قائم نہ رہ سکی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے چکرا گئی وہ لڑکھڑا کے گرنے کو تھی کہ معظم نے یکدم اسے سنبھال لیا۔

"موموا! موموا!" اس نے پریشانی سے اسے پکارا۔

"کیا ہوا موموا کو؟" نشاط بیگم بھی دیکھ چکی تھیں۔

"پتا نہیں سیڑھیاں اترتے اترتے چکرا گئی ہے۔" معظم اسے اٹھا کر بیڈ روم میں لے آیا تھا۔ اریبہ تو مہندی کے فنکشن کے لیے تیار ہو رہی تھی' اس لیے اسے پتا نہ چلا البتہ امامہ بھاگتی ہوئی آئی تھی اور یہی اطلاع راہداری میں داخل ہونے والی مسز ملکہ آفاق کو ملی تھی۔

"میری موموا کو کیا ہوا؟" وہ لپک جھپک معظم اور موموا کے بیڈ روم میں پہنچی تھیں۔

"چکرا کے گر گئی تھی' ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے۔" نشاط بیگم نے تسلی دی۔

"موموا! آنکھیں کھولو بیٹا!" ملکہ آفاق اس کے قریب بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اس کا رخسار تھپکتے ہوئے بولیں۔

پھر مقدم جاہ کے بلانے پر وہ طوعاً" کرہاً" مہمانوں کا استقبال کرنے کے لیے نیچے آگیا تھا۔

"مبارک ہو' میں دادی بننے والی ہوں۔" نشاط بیگم مٹھائی کی پلیٹ لے کر ان دونوں باپ بیٹے کے قریب آ گئیں۔

"اور میں دادا۔۔۔" مقدم جاہ قہقہہ لگا کر ہنسے اور معظم حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"باپ بننے کی مبارک ہو۔" نشاط بیگم نے مٹھائی اس کے منہ میں ٹھونسی' وہ جھینپ گیا تھا۔ اور انہوں نے بے ساختہ پیار سے اس کی پیشانی چوم کر دعائیں دی تھیں۔ آج ان کے لیے دوہری خوشی کا دن تھا۔ ملکہ آفاق کو تو جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی تھی۔ وہ

معظم اور مومو کے واری صدقے جا رہی تھیں۔ انہوں نے مومو کی نظر اتارنے کے لیے اپنا پورا پرس خالی کر دیا تھا۔ میراں بیگم اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ وہاں پہنچیں تو یہ خوشخبری ان کی منتظر تھی۔ ان سب کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ مہندی کا فنکشن شروع ہوا تو اریبہ، مومو کے بیڈ روم میں اس سے مل کر نیچے آئی تھی یوں مومو کو ڈاکٹر نے ریسٹ کرنے کی تاکید کی تھی.....!

☼ ☼ ☼

جب سے اریبہ رخصت ہوئی تھی گھر ایک دم سے خاموش سا ہو گیا تھا۔ اب گھر پہ مومو اور امانہ ہی ہوتی تھیں۔ معظم ایک بار پھر آفس اور کاروبار میں بزی ہو چکا تھا لیکن مومو کا دھیان رکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا..... آفس جا کر بھی پورا دن اسے ہی فون کرتا رہتا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا میں واپسی پہ لے آؤں گا۔" اس نے لنچ کے بعد کال کی تھی۔

"ہوں ضرورت تو ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"کس چیز کی؟" وہ اپنے دھیان میں تھا۔

"آپ کی....." مومو کا میٹھا انداز اور لہجہ اس کے کانوں میں رس گھول گیا تھا۔

"آجاؤں؟"

"آجاؤ....." وہ بھلا کب انکار کرنے والی تھی.....

اس نے فون بند کر دیا تھا اور مومو نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیے تھے باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور ہوا کے زور پہ بارش بھی جھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

معظم کی محبت اور توجہ بھی اس کے لیے اس بارش کی طرح ہی ثابت ہوئی تھی۔ جنہوں نے اسے سر تاپا بھگو کے رکھ دیا تھا۔ اور اس کا تن من جل تھل ہو گیا تھا۔ وہ چاہتوں کی بارش میں بھیگ کر مسرور اور سرشار سی رہنے لگی تھی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ معظم اسے اس قدر چاہے گا کہ وہ اپنا آپ بھی بھول جائے گی۔

"گڈ نون....." وہ دبے قدموں اس کے قریب اس کے عقب میں آ کھڑا ہوا تھا۔

"اتنی جلدی آ گئے؟"

"تم بلاؤ اور میں دیر کر دوں؟" وہ اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھ سے اتنا پیار نہ کیا کریں کہ میں مغرور ہو جاؤں۔"

"تمہارا حق بنتا ہے کہ تم غرور کرو۔" اس نے کہتے کہتے جسارت کر ڈالی مومو سمٹ گئی تھی۔

"مغرور کے ٹوٹنے سے ڈر لگتا ہے۔"

"ہر ڈر دل سے نکال دو یار!"

"معظم.....؟"

"ہوں؟"

"تم..... تم میرے ہو ناں؟" وہ معظم کا ہاتھ اپنے دل پہ رکھے پوچھ رہی تھی۔ مومو کے اندر کا خوف اس سوال کے بعد اس کے چہرے پہ سمٹ آیا تھا۔

"ہاں صرف تمہارا۔" اس نے بڑے مضبوط انداز میں جواب دیا تھا اور مومو کا رکا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔ چہرے پہ ہلکی سی خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"پہلا بچہ اپنے میکے میں ہی ہوتا ہے۔ اب وہ میرے ساتھ گھر چلے اور پھر ڈلیوری سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کے پاس آجائے گی۔"

ملکہ آفاق آج مومو کو لینے کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ نشاط بیگم نے معظم کو دیکھا وہ ان کی خواہش پہ کلس کھجا کے رہ گیا۔

"کیا بات ہے کیا ہو رہا ہے؟" مومو بھی وہیں چلی آئی تھی۔

"تمہیں لینے کے لیے آئی ہوں بیٹا!" ملکہ آفاق نے فوراً اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔

"او تو یہ بات ہے۔" مومو نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور معظم کی طرف دیکھا وہ لاتعلق سا بنا بیٹھا تھا۔

"تم اپنی تیاری کر لو میں ویٹ کرتی ہوں۔" مسز



ملکہ آفاق نے اطمینان سے صوفے کی بیک سے سر ٹکاتے ہوئے کہا اور ہاتھ میں پکڑے چائے کے کپ کو ہونٹوں سے لگا لیا۔

"لیکن مام! ابھی تو ڈلیوری میں کافی دن ہیں۔" مومو نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ مام اسے کتنے شوق سے لینے کے لیے آئی ہیں لیکن معظم اتنے دن پہلے اس کے جانے کے حق میں نہیں تھا اسی لیے اس نے بہانا بنا دیا، وہ خود بھی معظم سے اتنے دن دور نہیں رہ سکتی تھی۔

"ارے تو کیا ہوا؟ تم پندرہ دن میرے پاس نہیں گزار سکتیں؟" نہیں اچنبھا ہوا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے مام! وہ دراصل....." مومو سے کوئی بہانہ نہ بن پڑا۔

"ملکہ! تم خود سیانی ہو، سمجھنے کی کوشش کرو، بچے اک دوسرے سے دور نہیں رہنا چاہتے۔" نشاط بیگم نے ہنستے ہوئے معنی خیزی سے سمجھایا اور وہ دونوں ہی خفت سے جھینپ گئے تھے۔

"مام پلیز، آپ مائنڈ مت کیجیے گا۔ میں ایک ہفتہ پہلے آجاؤں گی۔" مومو نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ مومو کی لجاجت پہ ہنس پڑی تھیں، بے ساختہ اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"اب تم کیوں منہ لٹکا کے بیٹھے ہو؟ خوش ہو جاؤ، وہ نہیں جا رہی۔" ملکہ آفاق نے معظم کو چھیڑا..... وہ ہنس دیا تھا۔

"تم نے میری بیٹی کو اپنے جادو سے قید کر لیا ہے۔"

"آپ کی بیٹی بھی کم نہیں ہے۔ ہر طرح کی زنجیر میرے پاؤں میں ڈال دی ہے، اب چاہوں بھی تو آزاد نہیں ہو سکتا۔" اس نے محبت پاش نظروں سے مومو کو دیکھا۔ وہ نظر جھکا گئی، ملکہ آفاق اور نشاط بیگم ہنس پڑی تھیں.....!

☼ ☼ ☼

نواں مہینہ شروع ہوتے ہی معظم شاپنگ پر اصرار کرنے لگا، اور وہ روزانہ اپنی طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر اسے ٹال دیتی لیکن آج وہ آفس سے چھٹی بھی کر چکا تھا اس لیے اس کا ٹلنا ناممکن تھا۔ وہ کمبل میں دبکی سو رہی تھی جب معظم نے بیڈ پہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا تھا۔

"ہیلو ڈارلنگ؟" اس نے مومو کے چہرے سے بال پیچھے ہٹائے اور گمبھیر آواز میں پکارا۔

"سویٹ ہارٹ! آج کون سا بہانا تیار ہے؟" اس نے مومو کو چھیڑا۔

"آج بستر سے اٹھنے کو بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا، دل بھی بہت اداس ہے۔"

"میرے ہوتے ہوئے اداسی؟" اسے تعجب ہوا۔

اب مومو اسے کیا بتاتی کہ بہت عرصے بعد اس نے مہر کو خواب میں دیکھا ہے اور اسے روتے ہوئے حال سے بے حال دیکھا ہے۔ اس نے بال سمیٹے اور بیڈ سے اتر آئی۔

"شاپنگ پہ چلو گی؟"

"ہوں.....!" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"او کے تو پھر تیار ہو جاؤ۔" وہ اس کا چہرہ تھپک کے باہر چلا گیا۔ مومو تیار ہو کر نیچے آئی۔

معظم گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"بیٹھیے میڈم! آپ کے انتظار میں آدھا ہو گیا ہوں۔" اس نے دروازہ کھول دیا وہ مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"میں نے چیزوں کی لسٹ بنا رکھی ہے، یہ دیکھو، یہ ساری چیزیں خریدنی ہیں، کوئی کم ہے تو تم لکھ دو۔" اس نے جیب سے ایک لسٹ نکال کر مومو کو تھما دی اور مومو حیران پریشان دیکھتی رہ گئی۔

"یہ لسٹ کب بنائی آپ نے؟"

"رات ایک بجے، جب تم گہری نیند سو رہی تھیں۔" اس نے فخریہ بتایا۔

"اتنی فکر، اتنا خیال ہے اپنے بچے کا؟" وہ حیرت اور بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

"اتنی فکر اور اتنا خیال نہیں، بلکہ اتنی محبت ہے اپنے بچے سے۔" وہ محبت پہ زور دے کر بولا تھا۔

"لیکن مجھے تو بچے سے زیادہ بچے کے باپ سے محبت ہے' اتنی زیادہ کہ اس سے بچھڑنے کا ہی تصور کر لوں تو مر جاؤں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو یار! میرا دل دہل گیا ہے۔" اس نے موموکا ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا۔

"جوس پینے کو دل چاہ رہا ہے۔" اسے پیاس لگی تھی اسی لیے فوراً" اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور معظم نے ایک ڈرنک کارنر کے سامنے گاڑی پارک کر دی۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر دو گلاس جوس لے آیا۔

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس کی نظر وائٹ کرولا کا دروازہ کھولتے آدمی پہ جا پڑی۔ اسے اس کا سائیڈ سے چہرا جانا پہچانا سا لگا تھا اور جب وہ سیدھا ہوا تو موموکی آنکھیں پھیل گئیں۔۔۔ حنان درانی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" معظم بیگ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"معظم۔۔۔۔ وہ' وہ حنان درانی' اس کا پیچھا کرو' وہ گاڑی نکال رہا ہے۔" مومو نے بدحواسی سے کہا۔

"حنان درانی؟" معظم نے سائیڈ سے نکلتی گاڑی کو دیکھا۔

"معظم کیا دیکھ رہے ہو؟ اس کو فالو کرو' وہ جا رہا ہے۔" اس نے اس کا بازو جھنجوڑ کے کہا۔

"کس لیے فالو کروں؟" معظم بے تاثر سے انداز میں بولا۔

"وہ مہر۔ مہر اس کے پاس ہے۔" مومو تڑپ اٹھی تھی۔

"میرا مہر سے کیا تعلق؟"

معظم کا سوال مومو کی ساری تڑپ کو ختم کر گیا۔ وہ چپ ہو گئی تھی لیکن اندر ہول اٹھ رہے تھے۔

"بھول جاؤ اس نام کو۔۔۔" اس نے گاڑی موڑ دی۔ اور وہ اپنے آنسو چپ چاپ پی گئی تھی۔۔۔!

☆ ☆ ☆

وہ کافی گھومنے پھرنے کے بعد واپس آئے تو دونوں کے موڈ دوبارہ سے فریش ہو چکے تھے۔ جس بات پہ معظم خوش نہیں تھا اس پہ وہ اپنے دماغ کو کیوں بوجھل کرتی؛ اس لیے جب کھانا کھایا تو اپنے ذہن سے ہر بوجھ جھٹک دیا تھا۔

"آج ماما کی طرف چلتے ہیں' آج وہ بھی گھر پہ ہیں۔" اس نے فرمائش کی۔

"چلو جناب! آج انہی کی طرف چلتے ہیں جیسے آپ خوش؟" وہ مسکرایا اور مومو ہنس پڑی۔

"ماما کہاں ہیں؟" اپنے گھر آ کر اس نے ملازم سے پوچھا۔

"اوپر اپنے بیڈ روم میں۔" ملازمہ نے اشارہ کیا۔

"او کے۔۔۔" وہ سر ہلا کر سیڑھیوں کی سمت بڑھی۔۔۔ لیکن معظم نے آگے بڑھ کے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور سیڑھیاں چڑھنے میں اسے مدد دی تھی پھر اسی طرح ہاتھ تھامے اسے ملکہ آفاق کے بیڈ روم تک لے گیا۔۔۔

"تم ایسا کرو کہ مہر کو چھوڑ دو۔" اندر سے سنائی دینے والی آواز ملکہ آفاق کی تھی لیکن اس آواز پہ ساکت ہونے والے مومو اور معظم تھے۔

"ہاں میں کہہ رہی ہوں کہ مہر کو چھوڑ دو' اب اس کے ہونے اور نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' معظم اسے بھول چکا ہے۔ وہ اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ خوش ہے' اب مہر کی واپسی کچھ نہیں بگاڑ سکتی بلکہ اب مہر کی واپسی تمہارے لیے فائدہ مند ہو گی۔" وہ کیا کہہ رہی تھیں اور کس سے بات کر رہی تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"دیکھو حنان! میں تمہیں گارنٹی دیتی ہوں کہ مہر تم سے ہی شادی کرے گی' دیکھو اتنے عرصے بعد جب وہ واپس گھر آئے گی تو کوئی بھی اسے قبول نہیں کرے گا اور معظم تو اس روز کی فون کال کے بعد اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا' سب سے مایوس ہو کر وہ تمہارا ساتھ ضرور قبول کرے گی' لیکن اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اس کی آزادی سے پہلے تمہارا اور اس کا نکاح ہو جائے تو وہ نکاح تو کر لے گی لیکن تمہاری طرف سے اس کا دل صاف نہیں ہو گا جبکہ دوسرے طریقے میں اسے تمہاری محبت پہ یقین آ جائے گا۔ تم اسے دنیا کی نظر میں معتبر کرو گے تو وہ خوش ہو جائے گی۔ اپنے لیے معظم کی آنکھوں میں نفرت دیکھے گی تو تمہاری محبت کی قدر ہو جائے گی اسے۔" ملکہ آفاق تمسخرانہ انداز میں کہہ رہی تھیں جبکہ مومو اور معظم کے وجود اک دھماکے سے بکھر گئے تھے۔

"اور اس راز کا کبھی بھی زندگی میں کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے کہ تمہارے ساتھ اس کھیل میں میں بھی شامل تھی یہاں تک کہ میری بیٹی مومو کو بھی پتہ نہ چلے کہ اس کی ماں نے اس کی محبت میں کیا سے کیا کر ڈالا؟ وہ معظم کے لیے رو لی تھی اور میں اس کے لیے' میں اسے محبت میں تڑپتے ہوئے کیسے دیکھتی؟ بس معظم کو مہر سے چھیننا تھا سو چھین لیا۔۔۔ اب وہ بیمار ہے اسے آزاد کر دیں گے تو وہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

وہ حنان درانی سے گفتگو میں مصروف تھیں اور وہ دونوں پتھر بنے کھڑے رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

میراں اور ملکہ ایک تصویر کے دو رخ تھیں ایک بالکل سادہ اور ایک رنگوں سے سجا ہوا رنگین اور شوخ۔۔۔ ملکہ' میراں سے چھ سال چھوٹی تھی اور میراں کو چھ سال بڑا ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور اس اعزاز نے ہمیشہ ہی میراں کا ساتھ دیا اور ہر جگہ قسمت بلند رکھی تھی۔

ماں باپ زیادہ پروٹوکول میراں کو ہی دیتے تھے کیونکہ وہ بڑی بیٹی تھی اور سمجھ دار تھی جبکہ ملکہ جذباتی اور جنونی تھی لیکن ایک فرد ایسا تھا جس کے سامنے وہ بالکل نرم اور مٹی کا مادھو دکھائی دیتی تھی۔

وہ تھے اس کے کالج کے ینگ نوجوان اور ہینڈسم سے پروفیسر ذیشان احمد' وہ دونوں ایک ہی کالج میں پڑھتی تھیں۔

ذیشان احمد' ملکہ کو پڑھاتے تھے لیکن نظر کرم میراں تھی۔ اس چیز سے بے خبر کہ ملکہ محبت کے سفر میں کتنی آگے جا چکی ہے لیکن جب ان کا پرپوزل میراں

کے لیے آیا تو ملکہ خاک ہو گئی۔ دل تھا کہ بھڑ بھڑ جل اٹھا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے ذیشان احمد ہنسی خوشی اپنی چاہتوں کی ڈولی سجا کے لائے اور میراں کو رخصت کروا کے لے گئے۔

پروفیسر ذیشان احمد مالی لحاظ سے خاصے کمزور تھے لیکن میراں صابر و شاکر تھی۔ وہ ان کے ساتھ ہر حال میں خوش تھی اور ان کی خوشیاں ملکہ کا خون پیتی رہیں۔

اور پھر ایک روز مقدم کے دوست آفاق کا پرپوزل ملکہ کے لیے آیا جسے ملکہ نے فوراً قبول کر لیا تھا۔ ملکہ جو کچھ دل پہ سہہ چکی تھی وہ بس وہی جانتی تھی۔ اس نے دل کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کوشش کر لی۔ آفاق انتہائی امیر و کبیر فیملی سے تھا۔ ملکہ اپنی خوشیاں دولت اور جائیداد سے ظاہر کرتی رہی لیکن دل کی آگ نہ بجھی۔

آفاق رضوی نے انہیں بے پناہ محبت دی مگر پھر بھی وہ ذیشان احمد والا داغ دل سے نہ مٹا سکیں۔ مگر موموکی پیدائش نے کچھ ایسا اثر کیا کہ وہ بہل گئی تھیں، ان کی ساری محبتیں موموکی طرف مڑ گئیں۔ ہر جذبے پہ ممتا کا جذبہ حاوی ہو گیا تھا۔

آفاق رضوی کی ایکسیڈنٹ سے ہونے والی حادثاتی موت نے بھی کافی عرصہ انہیں دھچکے کی سی کیفیت میں رکھا لیکن پھر بیٹی کی خاطر وہ رفتہ رفتہ سنبھل گئی تھیں۔

اپنا گھر بیچ کر مقدم بھائی کے ساتھ والا گھر خرید لیا اور شوہر کے کاروبار کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تعلیم مکمل کی اور ساتھ میں بوتیک بنا لیا۔ یوں وہ دن بہ دن ترقی کرتی گئیں لیکن اگر کبھی ذرا دیر کے لیے ٹھہر کر دیکھا تو ہر داغ سینے پہ تازہ ہی لگا اور یہ داغ اس وقت جل اٹھے جب موموں معظم کے لیے تڑپ تڑپ کے روتی نظر آئی۔

معظم کی انگیجمنٹ کی رات انہوں نے موموکو تو ٹرینکولائزر دے کر سلا دیا تھا لیکن خود ساری رات جاگتی رہی تھیں اور رات بھر جاگنے کے بعد انہوں نے ایک فیصلہ کیا تھا۔۔۔ میراں کی بیٹی کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ اور اس فیصلے کو حنان درانی کے نام نے اور بھی مضبوط کر دیا تھا۔

جیسے ہی انہیں مہر اور حنان درانی کے قصے کا پتا چلا انہوں نے فوراً حنان سے رابطہ کیا تھا اور اس کے اغوا کا پورا پلان ترتیب دے ڈالا تھا۔ صرف اس شرط پہ کہ وہ کبھی کسی کے سامنے ملکہ آفاق کا نام ظاہر نہیں کرے گا۔ یوں مہر کو اغوا کرنے والا حنان درانی ہی تھا لیکن اسے اغوا کرنے کے بعد ملکہ آفاق کے فارم ہاؤس کے بیس منٹ میں رکھا گیا تھا۔ مہر کو آنکھوں پہ پٹی باندھ کے وہاں لایا گیا اور ملکہ آفاق کے پلان کے مطابق اس سے زبردستی فون کال کروائی تاکہ معظم اس سے بدظن ہو جائے لیکن وہ کال کرنے کو تیار نہیں تھی جس پہ مہر کو بے پناہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا مگر وہ پھر بھی نہیں مانی تھی بالآخر ملکہ آفاق نے حنان درانی کو مشورہ دیا کہ وہ معظم کے قتل کی دھمکی دے۔ جس پہ وہ مان جائے گی اور ایسا ہی ہوا معظم کے قتل کا سن کر وہ رہ نہ سکی اور جو کچھ حنان نے کہا وہ سب فون پہ معظم سے کہہ دیا تاکہ معظم اس کا انتظار نہ کرے اور شادی کر لے۔۔۔ شادی کے لیے آس پاس اور کوئی لڑکی نہیں تھی سوائے موموکے۔۔۔ اور ان کی سوچ کے مطابق مقدم جاہ اور نشاط بیگم کی نظر انتخاب موموپہ آٹھہری تھی۔

وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی تھیں لیکن اتنی جلدی مہر کو آزاد نہیں کر سکتی تھیں، انہیں پتہ تھا کہ معظم کے دل کی سرزمین پر قدم جمانے کے لیے موموکو وقت لگے گا اور اس وقت کے لیے انہوں نے مہر کو قید کیے رکھا۔ موموں اب بچے کو جنم دینے والی تھی وہ دونوں خوش تھے اور ملکہ آفاق بے فکر۔۔۔ انہیں اب کوئی ڈر نہیں تھا۔

مہر پچھلے کئی دنوں سے بیمار تھی۔ اسے بخار رہنے لگا تھا۔ وہ حال سے بے حال ہو گئی تھی اسی لیے اب وہ حنان سے کہہ رہی تھیں کہ اسے آزادی کا پروانہ سونپ دے مگر حنان نہیں مان رہا تھا۔ وہ اپنی شادی کے لیے گارنٹی چاہتا تھا اور ملکہ آفاق اسے گارنٹی دے رہی تھیں حالانکہ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ سانس تو پل کی بھی گارنٹی نہیں ہے۔۔۔!

☼ ☼ ☼

معظم کے ہاتھ میں دبا موموکا ہاتھ چھوٹ گیا تھا۔ اس نے تڑپ کے معظم کی طرف دیکھا اس کے چہرے پہ کسی زلزلے کے سے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ موموکو ایک نظر دیکھا اور موموتھری اک نظر سے ہی مر گئی۔ وہ پلٹ گیا تھا اور یہ کیسے ممکن تھا کہ موموپیچھے نہ آتی حالانکہ اتنے بھاری وجود کے ساتھ اس سے چلا نہیں جا رہا تھا وہ گرتی پڑتی سیڑھیاں اتری تھی اور اس کے پیچھے واپس گھر آگئی۔ راستے میں اسے پہ البتہ نشاط بیگم نے پکارا مگر وہ سیدھی بیڈ روم میں آگئی تھی۔ معظم بیڈ پہ بیٹھا تھا اور دونوں ہاتھ اپنے بالوں میں پھنسا رکھے تھے۔

موموکا دل لرز رہا تھا۔ خوف سے جسم بھی کانپ رہا تھا۔ اس کی ماں نے کس قیامت کا کھیل کھیلا تھا۔ موموکا دل پھٹ رہا تھا۔۔۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھا تھا اور وہ اضطراب کا شکار تھی۔

"معظم۔۔۔!" اس نے معظم کو پکارا۔

"خاموش۔۔۔!" اس نے انتہائی پتھریلے لہجے میں اسے چپ کروا دیا موموکے قدم لڑکھڑا گئے۔

معظم بیڈ سے اٹھ کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

"مجھے صرف اتنا بتا دو مومل آفاق کہ میں تمہارا ہوں، یا مہر ذیشان کا؟ وہ مہر جس نے میری خاطر ظلم خرید لیا؟ جیتے جی مر گئی؟ اور میں اس پہ لعنت بھیج کر خوشیاں منا رہا ہوں؟ بتاؤ مجھے، میں کس کا ہوں؟ کس کا نصیب ہوں؟ مجھے کس کا بنایا گیا ہے؟ جاؤ بتاؤ، مجھے نہ سہی اپنی ماں کو بتا دو۔"

وہ چیخ اٹھا تھا۔ موموکی آنکھوں میں آنسو جم گئے۔

"معظم۔۔۔!" وہ زیر لب بولی۔

"مر گیا تمہارا معظم۔۔۔!" وہ دھاڑ اٹھا۔ مومودو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

اس کا سب کچھ لٹ گیا تھا۔ صرف اس کی ماں کی وجہ سے۔۔۔ معظم کمرے سے باہر نکل رہا تھا جب پیچھے دھڑام کی آواز سنائی دی تھی۔۔۔ اس نے یکدم پلٹ کے دیکھا موموکھڑے قد سے گری تھی۔ وہ معظم کی بے رخی کی تاب کیسے لاتی؟

"مومو۔۔۔!" معظم نے لپک کے اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی۔

☼ ☼ ☼

"یہ سب کس کے لیے ہے؟" ملکہ آفاق اپنے کمرے سے باہر آئیں تو ٹرالی میں سارے لوازمات دیکھ کر ٹھہر گئیں۔

"چھوٹی بی بی اور معظم صاحب کے لیے۔"

"کہاں ہیں وہ؟" انہیں خوشی ہوئی تھی۔

"وہ تو چلے گئے۔"

"چلے گئے مگر کیوں؟" انہیں اچنبھا ہوا تھا۔

"آپ سے ملنے آپ کے بیڈ روم میں گئے لیکن پھر تھوڑی دیر بعد چلے گئے۔"

"میرے بیڈ روم میں؟" وہ ٹھٹک گئیں۔ ان کے دماغ میں خطرے کا الارم بجا تھا۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔" ان کے ماتھے پہ پسینہ پھوٹ آیا تھا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ آپ کو بتانا ضروری ہے؟" ملازمہ معصومیت سے بولی۔

"اف' جاؤ دفع ہو جاؤ۔" وہ ملازمہ پہ چیخ اٹھیں لیکن اچانک مقدم جاہ کے گھر سے اٹھنے والا شور ان کی جان نکال گیا تھا۔

"موموکو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟ ابھی ابھی ٹھیک ٹھاک گھر آئی تھی۔"

نشاط بیگم رو رہی تھیں۔ معظم اسے ہسپتال لے کر جا چکا تھا۔ پیچھے ہی ان سب کی گاڑیاں بھی روانہ ہو گئی تھیں لیکن ہسپتال پہنچ کر ملکہ آفاق کو پتا چلا کہ موموکا دل تو بہت کمزور بہت نازک تھا جو کچھ وہ سن چکی تھی وہ کیسے سہہ پاتا؟ اور اس کی کنڈیشن کا سن کر وہ پاگل ہو گئی تھیں۔ اس کے بچنے کے چانسز بہت کم تھے۔

"معظم تم نے — تم نے اس سے کچھ کہا؟" وہ معظم کا گریبان پکڑ چکی تھیں۔

معظم نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ۔

"کیا میرے کہنے کی کوئی کسر باقی تھی؟"

اس کے بعد وہ چیخ چیخ کر نجانے کیا کیا کہتی رہیں اور وہ چپ چاپ سنتا رہا۔

"موموم مر جائے گی معظم! میں جانتی ہوں میری مومو مر جائے گی —" انہیں اور اک ہو چکا تھا کہ وہ کیا کچھ سن چکی ہے؟ اور اسی سینے کا درد انہیں رلا رہا تھا۔ اور اسی درد کے مارے وہ میراں بیگم سے بھی الجھ پڑی تھیں۔

ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ساری دنیا کو آگ لگا دیں۔

وہ سب کو گولی مار دیں — لیکن وہ بے بس تھیں فرش پہ بیٹھی رو رہی تھیں' بین کر رہی تھیں جب اچانک آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے۔ معظم لپک کے ان کے پاس گیا تھا۔

"آپ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کی وائف کو نہ بچا سکے۔"

ڈاکٹر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور پھر پاس سے گزر گئے۔ وہاں موجود سب لوگ دم بخود رہ گئے۔ صرف ملکہ آفاق تھیں جو بلند آواز سے رو رہی تھیں۔ معظم دوزانو فرش پہ بیٹھا تھا۔

"مومو —!" اس کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا تھا۔

☆ ☆ ☆

مہر کی واپسی اور ملکہ آفاق کا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نجانے کہاں روپوش ہو جانا سب کے لیے حیرانی در حیرانی تھی۔ کوئی اس گتھی کو سلجھا نہیں پایا تھا۔ موموکا ہارٹ فیل کیوں ہوا؟ یہ بھی اک معمہ تھا جو حل ہو کے نہیں دے رہا تھا۔ اور اس سارے قصے میں اک معظم جاہ تھا جو سب جانتا تھا لیکن پھر بھی گونگے بہرے لوگوں کی طرح دیکھتا اور سنتا رہا —

ملکہ آفاق کے دکھ' حسد' جلن اور انتقام" کھودے ہوئے گڑھے میں موموگر گئی تھی۔ یہ اذیت ہی ملکہ آفاق کو در بدر کر گئی۔

اور معظم ان کی اذیت کو خوب سمجھتا تھا لیکن ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے بیٹے میں گم رہتا تھا۔ وہ بیٹا جس کی صورت معظم جیسی اور آنکھیں موموجیسی تھیں' یعنی معظم کے چہرے پہ موموکی آنکھیں سجی تھیں۔

مہر بھی اکثر اس کے بیٹے کو دیکھتی رہ جاتی اور پھر بے ساختہ اسے سینے میں بھینچ لیتی تھی۔ بڑی شدت اور محبت کے ساتھ۔